بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخشش

جہانداد منظر القادری

بخشش

(مجموعۂ نعت)

جہانداد منظر القادری

حرف زاد پبلی کیشنز
اسلام آباد/کراچی
03329422257

کتاب ایک کاغذی پیراہن ہی نہیں لیے ہوتی بل کہ اِس کا پیغام آفاقی ہوتا ہے۔کتاب کسی سوسائٹی کے افراد کی تربیت اور تعلیم میں جو کردار ادا کرتی ہے۔آج کا متمدن معاشرہ اس کی افادیت اور اہمیت سے انکار نہیں کر سکتا۔کتاب ہی فرقہ واریت ،علاقائیت اور قومیت جیسے محدود جذبوں سے ہٹ کر معاشرے کی انسان دوستی، بھائی چارہ اور روحانی قدروں کو جلا بخشتی ہے۔

ضابطہ

سرنامہ:بخشش

معروض:عقیدت نوائی

نوامند: جہانداد منظر القادری

رابطہ نمبر:+92-313-2507689

اشاعتی شمارہ:اوّل

تعداد کتب: پانچ سو

تقویمی حوالہ:فروری دو ہزار بائیس

زرِ مبادلہ: پانچ سو روپے

انتساب

نقش اور سیّدی جیسے

نہایت اہم نعتیہ مجموعوں کے خالق

غزل اور نعت کے زیرک شاعر

دلاور علی آزر

کے نام

فہرست

بخشش: ہنداسلامی جمالیات کی تصویر

ادب کی تعریف کرتے ہوئے ''لفظ و معنیٰ'' میں شمس الرحمٰن فاروقی کہتے ہیں کہ ادب کُل زندگی نہیں بلکہ زندگی کا ایک ننھا سا ٹکڑا ہے جس کو ادیب اپنی شخصیت کی رنگا رنگی، مزاج کی بلندی اور تخئیل کی تیزی سے ایک نئی زندگی اور ایک نیا حسن بخش دیتا ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ زندگی انفرادی ہو یا اجتماعی، خیالی ہو یا واقعی، بس اسے زندہ و متحرک ہونا چاہیے۔ نہ زندگی کا ہر پہلو ادب ہوتا ہے نہ ادب کا ہر پہلو زندگی۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ ادب برائے زندگی کے روایتی ترجمان زندگی کے عظیم الشان انتشار اور اس کی بے ربطی کو نہیں سمجھتے اور اس دھوکے میں رہتے ہیں کہ زندگی ادیب کے ذہن میں نہیں سما سکتی۔ حالانکہ زندگی کی عکاسی خیالی یا غیر واقعی ماحول میں بہتر ہو سکتی ہے۔ ادیب اپنے تخئیل میں زندگی کو ایک ساحرانہ عمل سے گزارتا ہے اور اس کی حالت کو تبدیل کرنے یا مزید نکھارنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس پر وہ شکیسپئر اور ہارڈی کی تخلیقات کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ فاروقی مزید کہتے ہیں کہ ادب میں یہ تخئیلی اور تمثیلی عمل استعارہ کی نزاکت سے ممکن ہوتا ہے۔ اور استعارہ منطقی حقیقت سے جتنا دور اور نازک ہوگا اتنا ہی خوب صورت ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ فاروقی کے نزدیک ادب کا مقصد اظہار ہے۔ اس پر ان کے افکار کا خلاصہ کچھ یوں بنتا ہے۔

1۔ ادب کی بنیاد تجربہ اور احساس پر ہوتی ہے۔ تجربہ سے مراد ہر ذہنی حادثہ اور احساس سے مراد وہ ردِ عمل جو تجربے کے نتیجے میں ذہن کے پردے پر رونما ہو۔

2۔ تجربات و احساسات سے انسان شعوری اور لاشعوری طور پر ہر وقت

دو چار ہوتا رہتا ہے۔ یہ احساسات وتجربات واضح بھی ہوتے ہیں اور غیر واضح بھی۔

3۔ تخئیل سے مراد انسانی ذہن کی وہ صلاحیت ہے جو غیر متعلق چیزوں کو منسلک اور مضبوط کرسکتی ہے۔

4۔ نغمہ اور تخئیل ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔نغمہ ہمیشہ واضح اور معروف حیثیت میں تجربہ کو پکانے میں مدد نہیں کرتا ہے۔نغمہ اور تجربہ جب ایک ہو جاتے ہیں تو تخلیق ہوتی ہے۔

5۔ ادب میں بے قراری بچے کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ زمین سے پھوٹتے ہوئے پودے کی طرح ہے۔زمین کی کیفیت بھی اس پر اثر انداز ہوتی ہے۔

6۔ بڑا ادب کسی خاص نظریہ کے زیرِ اثر تخلیق نہیں ہوسکتا۔ پھر بڑا ادب زندگی کی عکاسی کرتا ہے مسائل کا حل پیش نہیں کرتا کیوں کہ ادب میں تخلیق کار کی شخصیت غیر جانب دار ہوتی ہے۔

اس ساری نظری بحث کو اگر نعت کے تناظر میں دیکھیں تو داخلی سطح پر ان تمام باتوں کا اطلاق قطعیت سے نہیں ہوسکتا۔اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ ادب کا جمالیاتی پہلو شعوری ارتقاء سے متعلق ہے اور چونکہ انسان کا شعوری ارتقاء کسی بھی سطح اور جہت میں کامل نہیں ہوتا اس لیے عمومی ادب اور خصوصی ادب یا غیر تقدیسی ادب اور تقدیسی ادب کے دائرے ایک ہی رداس کی پرکار سے نہیں کھینچے جاسکتے۔ رسالت مآب کی شخصیت زمان ومکاں کی ہر شے، ہر کیفیت اور ہر جہت کو محیط ہے۔اس لیے وہ ذات جس کے اخلاق وکردار کی گواہی خود خالقِ کائنات دیتا ہو ادیب اس ذات کی زندگی کو اپنے تخیل سے کیا حسیں بنائے گا۔ پھر اگر زندگی اپنے زمانی، مکانی اور امکانی تفرقات میں ادیب کے ذہن میں نہیں سماسکتی تو ادیب یا شاعر اس ذات کی حقیقت کو کیسے سمجھ سکتا ہے جن کی گردِ راہ میں زمان ومکاں کی وسعتیں گم ہیں۔عمومی ادب میں زندگی کی عکاسی غیر واقعی یا

خیالی ماحول میں بہتر ہوسکتی ہے مگر نعت میں جس ذات کی تعریف کی جاتی ہے وہ حقیقی اور واقعی ہی نہیں، سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ بھی ہے اس لیے ان کے بارے کسی بھی طرح ایسی خیال آرائی جو شایانِ شان نہ ہو یا شرعی حدود سے متجاوز ہو، کسی بھی طرح جائز نہیں۔ نعت میں استعارہ منطقی حقیقت سے کیسے دور ہوسکتا ہے کہ ایسا مستعار منہ/ مشبہ بہ کہاں سے آئے گا جس سے وجہِ تخلیقِ کائنات کو مستعار لہ/ مشبہ لیا جائے گا؟ اس لیے فاروقی صاحب نے جن افکار کا اظہار کیا ہے وہ غیر تقدیسی ادب کے تناظر میں ادب کی حقیقی ماہیت بیان کرتے ہیں مگر جب نعت کو ایک صنفِ ادب کے طور پر لیا جائے تو اس صنف پر ان اصولوں کو حتمیت سے لاگو نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ نعت کی جمالیات کا دائرہ انسانی شعور کی روشنی میں نہیں کھینچا جاتا بلکہ اس کے لیے الہامی قوانین کو مشعلِ راہ بنایا جائے گا۔ راعنا کو انظرنا میں بدلنے والا خدا قرآن مجید میں ان ضابطوں کو بیان کرتا ہے اور سورۂ حجرات اس حوالے سے بہترین رہنمائی دیتی ہے۔ غالب خدا کے حوالے سے کہتا ہے کہ:

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفت گو
بنتی نہیں ہے بادۂ و ساغر کہے بغیر

مگر نعت اس سے بھی نازک تر ہے کیوں کہ اس کے دونوں طرف بہت بڑے بڑے امتحان ہیں۔ ایک طرف مخلوق سے ارفع مقام کا ادراک رکھنا اور دوسری طرف خدا سے ملانے سے بچنا ایسے نازک مقامات ہیں کہ بڑے بڑے خطا کھا جاتے ہیں اور یہی وہ کیفیت ہے جس کے لیے لاترفعو کا اعلان کرتے ہوئے اللہ نے نعت کہنے والوں کو آئینہ دکھایا ہے۔

نعت اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک مکمل صنف ہے۔ چونکہ آج کل غزل کی ہیت میں نعت کہنے کا رواج ہے اس لیے غزل کے خارجی اصولوں کے اطلاق سے ہی نعت کا خارجی ڈھانچہ تشکیل پائے گا۔ غزل کا یا نظم کا شعر کون سی خصوصیات سے مزین ہوتا ہے تو اس حوالے سے فاروقی مشرق و مغرب میں شعر کی ماہیت پر عروضی سمرقندی کے حوالے سے کہتے ہیں کہ شاعری صناعت ہے اور دونوں خطوں کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شاعر چھوٹے معنی کو بڑا اور بڑے معنی

کو چھوٹا کر کے دکھاتا ہے اور اچھے کو برے اور برے کو اچھے کے روپ میں جلوہ نما کرتا ہے۔ فاروقی شیلے کے حوالے کہتے ہیں کہ:

1۔ شعر ایک ایسا آئینہ ہے جو تڑی مڑی بگڑی ہوئی صورت کو خوب صورت بناتا ہے۔

2۔ شعر ہر چیز کو حسن میں تبدیل کر دیتا ہے۔ وہ حسین ترین کے حسن میں اضافہ کرتا ہے اور بدصورت ترین میں حسن کی قدر کا اضافہ کرتا ہے۔

3۔ شعر مانوس چیزوں کو نامانوس اور نامانوس کو مانوس کر کے دکھاتا ہے۔

4۔ شعر اپنے خالص معنوں میں زبان اور خاص کر موزوں کلام کے اس انتظام کا نام ہے جو انسان کی غیر مرئی فطرت اور پوشیدہ شاہانہ صلاحیت (تخیل) کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔

یہاں پھر وہی سوال پیدا ہوتے ہیں جو اس سے قبل اٹھائے گئے اور ان کے جوابات بھی وہی ہوں گے جو اس سے قبل دیے گئے کہ ہیت اور خارج کی سطح پر تو نعت جس شعری ہیت میں کہی جائے گی، اسی ہیت کے اصولوں کو بروئے کار لایا جائے گا مگر فکری سطح پر ان اصولوں کا اطلاق نعت پر نہیں ہوسکتا۔ پھر میرا اس بات پر کامل یقین ہے کہ زبان کی نمو میں تہذیبی ارتقاء کا بڑا حصہ ہوتا ہے جبکہ نعت کی جمالیات مکمل طور پر تہذیب کے تابع نہیں ہوتی۔ نعت کا فکری دائرہ انسانی شعور یا تہذیبی ضروریات سے نہیں بلکہ الہامی ہدایات کی روشنی میں کھینچا جائے گا۔ یہ کہنا کہ انسان کے فکری احاطے میں نعت کی داخلیت کا عنصر تہذیبی حوالوں سے تشکیل پاتا ہے۔ ایک جہت سے درست ہے کہ تہذیب انسان کی داخلیت کے تشکیلی عناصر میں سے ایک ہے مگر اس بات کو نعت کے تناظر میں حقیقتِ واحدہ کے طور پر اس لیے نہیں تسلیم کیا جاسکتا کہ ذاتِ محمد صرف دنیوی معاملات تک محدود نہیں بلکہ ازل سے ابد تک، مکاں سے لامکاں تک بلکہ ان سے کہیں

آ گے انسانی شعور سے ماورا ہے۔ وہی مخلوق اور خالق کے مابین سب سے بڑا رابطہ اور واسطہ ہیں۔ وہی اساسِ ایمان ہیں اور ان کی حقیقت خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ شاید اسی تناظر میں احمد رضا خان کہتے ہیں:

تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو

پھر شانِ رسالت کے ان گنت پہلو ایسے ہیں جو ایمان بالغیب کا درجہ رکھتے ہیں اور ان کو عقیدت اور نیاز کے وفور کے بنا سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نعت لکھنے کے لیے تخلیق کار کے پاس دائرہ اتنا تنگ ہے تو نعتیہ ادب میں کس ذات کو سند یا کم از کم شرعی اعتبار سے لائقِ تقلید سمجھا جائے ؟ اس سوال کے جواب میں اردو میں سب سے پہلے جو کتاب سامنے آتی ہے وہ " حدائقِ بخشش" ہے۔ اس کے تتبع اور تقلید میں بہت سے شعرا نے نعت کہنے کی کوشش کی اور اب تک یہ کوششیں جاری ہیں اور جہاں دادمنظر القادری کا دوسرا مجموعۂ نعت ''بخشش'' نہ صرف فنی اور فکری اعتبار سے حدائقِ بخشش سے مستفید و مستفاد ہے بلکہ نام بھی اسی نسبت سے ''بخشش'' رکھا گیا ہے۔ آئیے پہلے اس مجموعہ کے چند اشعار دیکھتے ہیں:

آنکھ اس سرسبز **منظر** سے نکلتی ہی نہیں
دل دھڑکنا بھول جاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

نگاہیں خم کیے بیٹھوں درِ آقا پہ دو زانوں
کہ اس دربار سے رزقِ ثنا تقسیم ہوتا ہے

جو ہے مشتاقِ لقائے رحمۃ اللعالمین
رخ اسے طیبہ کی جانب کر کے سونا چاہیے

آزردہ و رنجیدہ ہے دلشاد نہیں ہے
جس دل میں بپا محفلِ میلاد نہیں ہے

اِن اشعار میں سب سے پہلی خوبی یہ ہے کہ ان میں جذبے کی فراوانی اور کیفیت ہے۔ یہ کیفیت محبت کی شدت اور نیاز مندی سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ محبت ماں کی گود سے انسانی شعور میں نفوذ کرتی ہے اور خالص صوفیانہ ماحول اس کو جلا بخشتا ہے۔ مزید یہ کہ شعر کہنے کی خداداد صلاحیت کو نعت کے لیے وقف کرنے سے بھی رحمتوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ جہاں داد منظر القادری پر یہ رحمت دکھائی دیتی ہے۔

فنی سطح پر دیکھیں تو سرسبز منظر دیکھ کر دل دھڑکنا بھول جانا ایک طرف گنبدِ خضریٰ کے اثرات کو بیان کرتا ہے تو دوسری طرف ان اثرات کے تابع انسانی احساسات کا رنگ بناتا ہے۔ سرسبز منظر اور گنبدِ خضریٰ کو ایک فریم میں لاکر شعر کا جمالیاتی دائرہ بڑی ہی عمدگی سے کھینچا گیا ہے۔ اس شعر کے ساتھ ہی دوسرے شعر کو ملا کر پڑھیں تو تصویر میں ایک اور احساس کا اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ تصویر مزید واضح ہو جاتی ہے۔ اس تصویر میں گنبدِ خضریٰ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے والا خود مجسم تصویر بنا ہوا ہے۔ اس کی آنکھوں سے عقیدت کا وفور اور اس بارگاہ کا احترام یوں جھلکتا ہے کہ ہزار آنکھوں میں بھی ایسی آنکھیں صاف پہچانی جا سکتی ہیں۔ منظر القادری کی آنکھوں میں جو منظر بنتا ہے وہ شعر میں ڈھلتا ہوا ہم تک پہنچتا ہے اور ''بخشش'' کی شاعری کا یہ وصف منظر القادری کو کیفیات کی محاکات کا شاعر بناتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

بزرگوں کے اقوال بتاتے ہیں کہ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں اور اسی قرینے سے ہی رزقِ ثنا ملتا ہے۔ جہاں داد منظر کی جھولی بھی شاید اسی لیے بھری گئی ہے کہ اس نے

مضافاتِ سبز گنبد میں خود سپردگی پر احترام کو ترجیح دی۔ روزے کی جالی چومنے پر جالی کے سامنے فرزانگی کو شعار بنایا۔ خاموشی کی چادر بچھا کر جھولی پسارنے والا منظر القادری جب اس بارگاہ سے لوٹ کے آتا ہے تو شعوری ہی نہیں لاشعوری کیفیت میں بھی خود کو مدینے سے یوں جوڑ لیتا ہے کہ اس کی عقیدتوں کا قبلہ و کعبہ گنبدِ خضرٰی بن جاتا ہے۔ سوتے جاگتے اسی کے خواب دیکھتا ہے اور خود کو انھی خوابوں میں محو رکھنا حاصلِ حیات سمجھتا ہے۔ لقائے رحمتِ عالم کے لیے دل و دماغ کو ان کی چوکھٹ کی طرف لگائے رکھنا اور بہانے بہانے سے آپ کی آمد کی خوشیاں منانا منظر القادری کے جذبۂ محبت و رافت کی گواہی ہے۔ میں نے ان کے کچھ اشعار کو بار بار پڑھا اور ایک بار پھر پڑھتے ہوئے آپ کو بھی اس قرأت میں شامل کرتا ہوں۔

چکھوں گا میں اس نورِ پُر انوار کی لذت
رکھوں گا یونہی وردِ زباں اسمِ محمد

مزرعِ جاں ہے خزاں دیدہ و بے رنگ مرا
سبز کر دیں اِسے شاداب و تناور کر دیں

یہ لازمی ہے درِ خیر پر ہر اک زائر
حضورِ شاہِ مدینہ بہ چشمِ تر آئے

اے مکینِ گنبدِ خضرٰی ، نبیِ محترم
استعارہ ہیں تمھارے نور کا لوح و قلم

حکمِ لَاتَرْفَعُوا کی جا ہے یہی
شور اُن دھڑکنوں کا روک یہاں

اپنے دل پر نقشِ نعلینِ کرم رکھتا ہوں میں
لرزشِ تارِ نفس ہوتی ہے جب بھی مضمحل

جہانداد منظر القادری کو نعت گوئی میں اپنی کم مائیگی کا بھرپور احساس ہے۔ لیکن اس کے اندر شعر کا وفور التجا بن کر اس کے لبوں پر جاری ہو جاتا ہے۔ وہ نعت کہتے ہوئے خود کو کیفیتِ درود میں محسوس کرتا ہے۔ اور جیتے جی خود کو اسی کیف میں رکھنا چاہتا ہے کہ اس کے نزدیک یہی حاصلِ زندگی ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جو حضرتِ اویس قرنی کے اسوہ پر چلنے والی شخصیات کو حاصل تھی اور منظر القادری مدینے سے دور اسی طرزِ اویسی میں جیتا ہے۔ اس کے یہ اشعار دیکھیے:

یہ چُپ مجھے خاموش نہ کر دے ترے ہوتے
دے نطق کو اب طاقتِ اظہار الٰہی

روز کرتے ہیں سبھی نت نئے انداز میں حمد
ہاں مگر حقِ ثنا کس سے ادا ہوتا ہے

بے حرف و ہنر سے ہوئی تب نعتِ شہِ دیں
اک قطرۂ رحمت جو محمد نے اچھالا

ایک چھینٹا نور کا اے صاحبِ کوثر کرم
بندۂ عاجز کے ہاتھوں میں سبوے نعت ہے

پہلے شعر کی دعائیہ تڑپ، دوسرے شعر کی کم مائیگی، تیسرے شعر میں کرم کا شکرانہ اور آخری شعر میں صاحبِ کوثر سے سبوئے نعت میں ایک چھینٹا جس عاجزی سے مانگا گیا ہے اس نے ہر شعر کی اثر انگیزی کو ہی نہیں بڑھایا، قاری کو بھی ان کا ہمنوا بنا دیا ہے اور ہر شعر ایک ہماری تہذیب کی اجتماعی دعا بن گیا ہے۔ اس بارگاہ میں ہمہ دم کاسہ بکف منظر القادری کا عقیدہ ہے کہ نعت سیدالاصناف ہے اور جسے نعت کی توفیق ہوگئی اس سے بڑھ کر کون خوش قسمت ہوسکتا ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہو وہ ممدوحِ خدا کی مدح کرے۔ کچھ شعر اس تناظر میں دیکھیے۔

کشورِ نظم و غزل پر حکمرانی کے لیے
نعت کی تمہید سے شہرِ سخن تسخیر کر

حُسنِ آقا کی مدحت ہے رشکِ سخن
رشکِ نطق و بیاں آپ کی نعت ہے

اُڑتا پھرتا تھا یہ دل برگِ بریدہ کی طرح
مزرعِ دل پہ کھلی نعت خزاں ہے خاموش

سراہیں جس قدر قسمت کو اپنی اس قدر کم ہے
کہ اذنِ نعت ان کا خاص ہے سب مدح خوانوں میں

آیۂ **فَلْيَفْرَحُوْا** کے مُتَّبِع جو بھی رہے
مقصدِ تخلیقِ جاں اُن کا ادا ہوتا رہا

لوائے نعتِ محمدی پر ہے درج **ذکرلہ**
بہ حکمِ ربی ہے ذکر جاری مدام اُن کا

اوصاف حمیدہ کیا لکھوں پروازِ تخیل کم ہے بہت
یوں نعت کی صورت بن جائے گر مل جائے جبریل کا پر

شعر میں قرآنی آیات اور احادیث کو تلمیح کے طور پر لانا مشرق و مغرب کی شعریات کا خاصہ ہے۔لیکن تلمیح جب تک ماضی اور حال کے انضمام اور داخلیت کے ساتھ امکانی سطح پر کچھ نیا کرتی ہوئی دکھائی نہ دے،شعر کا مضمون ایک خاص دائرے تک محدود رہتا ہے۔تلمیح سے ہی شاعر خود کو ان جغرافیائی اور زمانی منطقوں سے جوڑتا ہے اور ایک خاص رنگ میں کر خود کو منکشف کرتا ہے۔منظر القادری اس حوالے سے بھی خوش قسمت رہے ہیں کہ انھوں نے یہاں احمد رضا خان کو اپنا امام بنایا اور ان کے رنگ میں شعر کہنے کی کوشش کی۔اس کے ساتھ انھوں نے ان مضامین کو بھی بیان کیا جو ہمارے سماجی شعور اور تاریخی یادداشت کا نہایت خوب صورت سرمایہ ہیں۔اگر چہ ان اشعار کے مضامین نئے نہیں لیکن طرزِ پیش کش دل تک اترتا چلا جاتا ہے۔شعر ملاحظہ ہوں:

وہ لبِ یُوحٰی کے مالک ہیں وہی شمس الضحٰی
ان کی سیرت ہے کہ تفسیرِ کلامِ ذوالجلال

برسرِ عرش نہ کیوں شادی رچے، آج کہ آپ
جانبِ قصرِ دنا رختِ سفر باندھتے ہیں

ہوں گے نازاں لبانِ روحِ امیں
اور کس نے ترا قدم چوما؟

جیسے دنیا میں رکھا تو نے بھرم منظر کا
روزِ محشر بھی مرے نامۂ لغزش کو سنبھال

آدم و حوّا سے لے کر ابنِ شیبہ آمنہ
نور ہیں سب درمیاں میں آپ ہی کا نور ہے

گونجتی ہے جسم و جاں میں بس صدا لبیک کی
جسم کیا ہے جان کیا ہے سر، ترا جانِ زمن

بے طلب ہی عطاؤں کے ہیں سلسلے
دوست یہ شہرِ آقا کا دستور ہے

خوشبوؤں سے وہ گزر گاہ مہک اُٹھتی ہے
آپ جس راہ سے اک بار گزر جاتے ہیں

آپ کے پُرنُور عارِض ان پہ قطرے نور کے
صدقے ہر اک عطر سب لالہ سیوتی اور سُمن

وہ مطافِ دو جہاں ہیں، قبلۂ کونین ہیں
باندھ کر احرام ، لکھا ہے سرِ لوحِ سخن

لب وا ہوئے نہ تھے مرے عرضی کے واسطے
خیر الورٰی کے در سے کرم پیشتر ہوا

روح مشکل میں ہے میری عالمِ سکرات میں
آپ کی آمد سے ہے مربوط قصہ مختصر

طالبِ بخشش پھر اپنے نامۂ اعمال میں
مژدۂ بخشش سجاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

گرمی و تابِ محشر میں چاروں طرف نفسی نفسی کا عالم تھا، سایہ نہ تھا
پھر وہ پردہ اُٹھا میرے لب سے رواں یا محمد محمد مکرر ہوا

غزوۂ بدر و کرب و بلا دیکھیے دینِ اسلام کو جب ضرورت پڑی
اک عدد تین سو تیرہ افضل ہوا دوسرا جب ہوا تو بَہتّر ہوا

کوئی بھی اُسلوب و طرزِ شعر و سخن نہیں ان کی شاں کے شایان
نہیں ہے ممکن کسی زباں میں بھی مدحِ حسنِ تمام لکھنا

بکتے ہوں جہاں بے دام سبھی سلطان و گدا ، سرمستی میں
اس کون و مکاں کے سلطاں کے بازار کی ثروت کیا کہنے

اِن سارے اشعار میں وہ تہذیب جھلکتی ہے جس کی بنیاد ہنداسلامی جمالیات کے مشترک عناصر پر رکھی گئی۔عمرانی علوم کی روشنی میں دیکھا جائے تو انسانی سماج کی تشکیل دوطرح سے ہوتی ہے۔ پہلی سطح Mentafacts(ذہنی تشکیل) کی ہے جبکہ دوسری سطح Artefacts(سماجی مظاہر) کی ہے۔پہلی سطح کوعقیدہ اور دوسری سطح کوعقیدت کے اظہار سے تعبیر کر سکتے ہیں۔یعنی عقیدہ جب راسخ ہو جاتا ہے تو اعمال و کردار سے عقیدت بن کر جھلکتا ہے۔اگر چہ تہذیب کسی خاص خطہ اُرضی یا نسلِ انسانی تک محدود نہیں ہوتی مگر تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ وہی تہذیب زندہ رہتی ہے جس بنیادیں ٹھوس ہوں،خمیر انسانیت نوازی سے اٹھا ہو،اثر انگیزی عالم گیر ہو،اخلاقی اقدار مادی سے زیادہ غیر مادی ہوں ،قوانین مجموعی انسانی نفسیات کے مطابق ہوں اور پیغام آفاقی ہو۔تہذیب چونکہ سماج سے متعلق اور تمدن فرد سے متعلق ہے اس لیے ان دونوں کو دریا کے دو کناروں کی طرح الگ نہیں کیا جا سکتا۔اور کسی ماہرِ عمرانیات نے اپنے آرٹیکل میں لکھا تھا کہ تہذیب وتمدن کو پرکھنے کے چار پیمانے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

1. ذہنی پیمانہ انسان کے ذہن کی عام کیفیت کو دیکھتا ہے۔اس پر عقیدے کا

اثر ہوتا ہے۔ اسلامی تہذیب وتمدن پر اسلام کے بنیادی عقائد کا اثر اس کی گواہی ہے۔

2. اخلاقی پیمانہ فرد کے اخلاقی امور کے متعلق کیفیت کو بیان کرتا ہے اس پر پسندیدہ شخصیت کا اثر ہوتا ہے۔ رسالت مآب کی شخصیت کا اثر پورے سماج پر نمایاں ہے۔

3. فنی/عقلی پیمانہ معاشرے کے افراد کی مہارت عقل وفہم وادراک کی کیفیت کو بیان کرتا ہے۔ اسلامی تہذیب کا علم سے تسخیرِ کائنات تک کا سفر اسی کے ذیل میں آتا ہے۔

4. اجتماعی پیمانہ سماج کے مادی، عقلی، اخلاقی اور روحانی طرز کی مجموعی کیفیت کو بیان کرتا ہے۔ اسلامی سماج کو اس تناظر میں دیکھا جائے تو ان گنت چیزیں ایسی ہیں جو پوری دنیا کے سماج اور تہذیب سے ممتاز ہیں۔

ان اشاروں کو سامنے رکھتے ہوئے منظر القادری کی نعت کے اشعار کو دیکھیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس ماحول میں شاعر پروان چڑھتا ہے اسی کے زیرِ اثر ہی اس کا ذوقِ جمال نمو پاتا ہے۔ جہاں دار منظر القادری کی نعت میں سماج کا ایک ایسا فرد بولتا دکھائی دیتا ہے جو پوری کیفیت اور شدت سے اس سماج کو مرکزِ اخلاق واقدار یعنی گنبدِ خضریٰ سے جوڑنا چاہتا ہے۔ یہاں منظر القادری کی نعت ایک فرد کے طور پر نہیں بلکہ ایک تہذیبی نمائندے کے طور پر ہمارے مجموعی مزاج کی تصویر کشی کرتی ہے اور ہمارے دکھوں کا مداوہ اس بارگاہ سے مانگتی ہے جس کو کسی زمانے میں حالی نے مسدس کے اشعار میں پکارا تھا۔ کچھ شعر میرے اس دعوے کی دلیل کے طور پر پیشِ خدمت ہیں:

منظرِ انسانیت اک دور سے تھا کرب میں
دور تھا وہ پانچ سو ستّر برس پر مشتمل

آماجگہِ رنج و مصائب تھا یہ عالم
پھر ایک سحر آئے مرے دافعِ آلام

بعثتِ سرکار سے ہے ابتدائے زندگی
اُن سے پہلے زندگی تھی بس برائے زندگی

چار دانگ عالم میں ساری زندگی ہے آپ سے
ایک اک نبضِ رواں میں آپ ہی کا نور ہے

ہر ایک لمحہ ہے اُن تریسٹھ برس کا صدقہ
کوئی زمانہ نہیں ہے اُن کے زماں سے باہر

کیا بتائیں جو گزرتی ہے سرِ قلبِ حزیں
ہم مدینے سے پلٹتے ہوئے مر جاتے ہیں

خواہشِ دید پیش کیسے کروں
دل لرزتا ہے مثلِ برگِ خزاں

ابو ایوب کے گھر جب مجسم نور ٹھہرے تھے
نمایاں کیوں نہ ہوتا وہ مکاں پھر سب مکانوں میں

جب ہوں گی الٰی غیری صدائیں سرِ محشر
تب ہو گا ہر اک لب پہ رواں اسمِ محمد

اِن اشعار کے مضامین وہی ہے جو ایک تہذیبی عمل کے ساتھ ہم تک پہنچے اور جہانداد منظر القادری نے اُنھیں اپنے شعوری انجذاب اور داخلی کیفیت کے ساتھ نعت میں ڈھالا ہے۔ ان اشعار اور اس سے قبل کے اشعار میں قرآن سے استدلال، انسانیت پر اسوۂ محمدی کے اثرات، ایک امتی پر آپ کے کرم اور ان تمام عقائد کے گواہ ہیں جو ہند اسلامی تہذیب میں ایک اُمتی کو پہچان عطا کرتے ہیں۔ جہاں داد منظر القادری کی نعت اس تہذیب کی نمائندہ ہے جس کا خمیر نسبت واطاعتِ نبوی سے اٹھا۔ یہ نعت انسانی شعور کی انفرادی عکاسی بھی کرتی ہے اور اجتماعی بھی۔ اس نعت میں جذبے کی شدت بھی ہے اور نیازمندی کی کیفیت بھی۔ احترامِ شہرِ رسالت بھی ہے اور اس کی خاک میں انضمام کی تمنا بھی۔ میں نے کتاب کو پڑھتے ہوئے جگہ جگہ رک کر جہانداد منظر القادری کی احتیاط اور شعریت کو داد پیش کی ہے۔ اگر چہ اس مجموعہ میں ایسی کئی نعتیں ہیں جو پوری کی پوری میرے انتخاب کا حصہ تھیں مگر اب یہ مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اور مجھے یقین ہے آپ کیف و نیاز سے مزین اس کلام کو پڑھتے ہوئے بخشش، جو ہند اسلامی جمالیات کی تصویر ہے، کی حقیقی معنویت تک ضرور پہنچ جائیں گے۔

علی صابر رضوی

دسویں فروری بیس صد بائیس

نعت کا چاق و چوبند شاعر

مکرمی جہانداد منظر القادری نے کاسہ پھیلایا غیر ممکن تھا کہ اس میں بخشش نہ پاتے کیونکہ جس بارگاہ میں کاسہ پھیلایا، وہ کوئی عمومی بارگاہ نہیں بلکہ روئے زمیں پر فخر صد حاتم طائی شہنشاہِ جود و نوا سلطانِ سخاؤ عطا کی بارگاہ ہے، منظر القادری نے بخشش پائی بلکہ بخشش کیا پائی نعماتِ سوزِ دل کی موسلا دھار بارش پائی۔ جائے انبساط و مقامِ حیرت ہے، کہ یہ نوجوان میخانہ نعت میں وارد ہوا اور قلیل مدت میں ہی عشق رسالتمآب ﷺ سے لبالب کاسہ بدست آیا جس سے میگسارانِ مدحت کو روح پرور سرور اور ایمان افروز کیف حاصل ہوا اور ہنوز نشّہ ''کاسہ'' نہیں اُترا تھا کا ''بخشش'' کا نیا جام لے کر آئے۔ جہانداد منظر القادری کی نعتیہ تخلیقات میں جمالیاتی تحرک کا یہ حال ہے کہ جمود و سکون دم بخود ہو کے رہ گیا ہے۔ اشعار کہ دونوں مصارع میں ارتباط و اتصال اور شعری قالب میں حسن اعتدال کو چھوتی ہوئی تلازمہ کاری کا اظہار ہے، مضامین بوقلموں رنگ سے رنگین اور فنی تکنیکی زیب و جمال اپنے جوبن پر ہے اس پر مستزاد سادگی و صفائی، شگفتہ بیانی و تازہ کاری کا اُسلوب بھی ضیابار ہے۔ جہانداد منظر القادری کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ کر کے آپ کو محسوس ہوگا کہ اس میں دماغی کاوش ذہنی زور اور آوردگی عمودہ سعی کی بجائے آمد کا فیضان کارفرما ہے ذیل میں ہم چند عنوانات کی روشنی میں جہانداد منظر القادری کی نعتیہ شاعری کو مزید واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جذبات کی فراوانی اور احساسات کی بہتات:

شعر کی ساحتیت و بناوٹ میں جذبات کی فروانی اور احساسات کی شدت کو کلیدی حیثیت حاصل ہے، یہی وہ برق ہے جو خرمنِ دل و جاں پہ گر کے خس و خاشاک کی غیریت کو

جلا ڈالتی ہے اور درختِ قلب میں تاثیریت کی تازہ اور نئی کونپلیں بساتی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ منظر القادری اس جوہر کو پانے میں فائز المرام ہوئے چند شعر دیکھیے۔

نور کی سرکار سے ہے ابتدائے زندگی
اُن سے پہلے زندگی تھی بس برائے زندگی

مرجعِ ہر خیر ہے طیبہ کی یہ سیدھی سڑک
ہر گدا کو اس جگہ سے فیض پاتا دیکھیے

نطق و خامہ نورزا ہیں، جستجوے نعت ہے
دم بہ دم الحمد مجھ کو آرزوے نعت ہے

آیاتِ قرآنیہ کے اجزا کا خوب صورت استعمال:

آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہؐ کے اجزا کی تقدیسی ادب میں ایک طویل روایت چلتی آ رہی ہے متقدمیں اور متاخرینِ نعت گو شعراء کے دواوین اس حوالے سے دیکھے جا سکتے ہیں البتہ معاصر نعتیہ منظر نامے میں یہ جہت منقود ہے اس اعتبار سے اگر جہانداد منظر القادری کی نعتوں کا مطالعہ کیا جائے تو بکثرت نہ سہی بقلت ضرور آیاتِ قرآنیہ اور احادیث کے ٹکڑوں کا شعر میں استعمال کیا گیا ہے اور نہ صرف استعمال کیا گیا ہے بلکہ انہیں بحر کے افاعیل و ارکان میں عمدہ و ماہرانہ انداز میں برتا گیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجے۔

کہتے نہیں کچھ آپ خدا کی مرضی اگر نہ شامل ہو
اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی اس کی سند محبوبِ احد

مژدۂ **فلیفرحوا** لائے بشیر
تھی فضائے دہر ورنہ سوگوار

حکمِ **لاترفعوا** کی جا ہے یہی
شور اِن دھڑکنوں کا روک یہاں

جن کا ہے عقیدہ ورفعنا لک ذکرک
ہر روز وہ مدحت کے نئے پھول اُگائیں

طویل اور مختصر بحور کا انتخاب اور ان کا شائستہ برتاؤ:

شعر و سخن کی دنیا میں طویل و مختصر بحور کا اپنا الگ الگ برتاؤ ترنم، آہنگ، ذائقہ اور تقاضے ہیں بعض شعراء مختصر بحور کا باسلیقہ استعمال کرتے ہیں، اور طویل بحروں میں وہ گرفت اور حرف گیری نہیں ہوتی جو ہونی چاہیئے اور بعض شعراء اسکے برعکس! منظر القادری کی نعتیہ شاعری کا اس حوالے سے جائزہ لیا جائے تو ہمیں مختصر و طویل دونوں بحور میں طبع آزمائی کی فضا نظر آتی ہے، مگر جس میں کثرت سے طویل بحروں کا انتخاب کیا گیا ہے، مختصر بحریں کم مستعمل ہوئی ہیں ان سے قطعاً یہ لازم نہیں آتا کہ مختصر بحریں منظر القادری کی طبعِ شاعرانہ اور مزاجِ فنکارانہ کے ہدف پر نہیں، مختصر و طویل دونوں بحروں میں انکا تسلط غلبہ و روانیِ بیاں و سلاستِ زباں یکساں نظر آتی ہے، طویل بحروں کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

اک طراوت سی اُتری رگ و پے میں جب نام تیرا لکھا
اور لکھ لکھ کے سینے پہ دھرتا رہا حمد کرتا رہا

عبث ہے کارِ سخن سراسر اگر نہ ہو حسنِ نعتِ سرور
قبولِ دربار کرلیں آقا یہ اپنے منظر کی خام کوشش

اوصاف حمیدہ کیا لکھوں پروازِ تخیل ہے کم تر
یوں نعت کی صورت بن جائے گر مل جائے جبریل کا پر

مختصر بحروں میں چند اشعار دیکھیے۔

جب سے روشن ہے نعت سینے میں
کچھ سہولت ہوئی ہے جینے میں

باغِ مدحت میں ہی سانس لیتا رہوں
میرے ایمان کی تازگی نعت ہے

ہیں معطّر زلفِ نم کے فیض سے
لالہ و نرگس بنفشہ اور گلاب

قصیدۂ میمیہ!

جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت اور مکانت ومنزلت میں بے شمار قصائد لکھے گئے اور لکھے جاتے رہیں گے، جہاندادمنظر القادری کی نعتیہ بخشش میں قصیدہ میمیہ بھی شامل ہے جو ایمان کو جلا اور روح کو تازگی بھی بخشتی ہے اور فکر وفن کا آئینہ دار بھی ہے، قصیدہ میمیہ سے دو شعر دیکھیے!

میم ہی مرکز ہے کارِ مدحت کا اور
نطق کو نورِ میم سے ہی جاری ہے رسد

میم ہی وجہِ تخلیقِ دوعالم ہے
رب نے خود ہی میم کو ٹھہرایا مفرد

الغرض جہانداد منظر القادری کی نعتیہ شاعری میں ایسے بے شمار عنوانات ہیں جن کو ضبطِ تحریر میں لایا جائے تو مغمون جامع مقالہ زیب تن کر لے۔ہم منظر القادری کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے ان دعائیہ کلمات کے ساتھ اختتام کرتے ہیں، کہ پروردگارِ لوح وقلم ان کی اس تقدیسی کاوش کو اپنے حبیب ؐ کی بارگاہ میں شرف قبولِ عطا فرمائے آمین، **بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن**۔

سیداسداللہ قادری

حرفِ تشکر

ایک کاسہ بہ کف **منظرؔ** عجز سر کو جھکائے ہوئے
پا رہا ان سے ''بخشش'' کی خیرات ہے واہ کیا بات ہے

کریمین کی بارگاہِ عالی میں سرخمیدہ، کاسہ بہ کف، بہ صورتِ فقیرِ عجم اپنا دوسرا نعتیہ مجموعہ ''بخشش'' لیے حاضر ہوں اور درج ذیل اشعار سے اپنی کیفیات کا اظہار کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

وہ سخی اتنے ہیں **منظرؔ** کہ خدا سے کہہ کر
تجھ سے بے حرف کو چاہیں تو سخن ور کر دیں

نعت گوئی ہے سعادت زورِ گفتاری نہیں
یہ کرم جس پر ہوا ہوتا رہا ہوتا رہا

روزِ اوّل سے میرے لیے دستِ دعا دراز کیے اپنے کریم والدین، اپنے چچا ان کی اہلیہ، اپنی تینوں بہنوں کا، اپنی شریکِ حیات کا، اپنے ماموں ماجد احمد خان اور بالخصوص برادرِ اصغر محمد بابر خان کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ جن کی دعاؤں کے طفیل کرم کا سلسلہ جاری ہے اور میں بہ صورتِ فقیرِ عشقِ رسولِ عربی راہِ نعت پر گامزن ہوں الحمدللہ۔

آخر میں حلقۂ نعت کے تمام ذی قدر احباب اور اپنے دیگر رفقائے کار کا فرداً فرداً شکر گزار ہوں، جن کے تعاون اور حوصلہ افزائی کی بدولت میرے اس نعتیہ سفر کا دوسرا سنگِ میل ''بخشش'' کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

دعا گو ہوں کہ کریمین میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور مدحتِ شاہِ دوعالم کے صدقے میرے بیٹوں محمد احمد رضا خان، محمد حسن رضا خان، محمد مصطفیٰ رضا خان، محمد حسین (امیر حمزہ)، بھانجے محمد اذان اور بیٹیوں کو میرے گھر والوں کے لیے ثوابِ جاریہ کا سبب بنائے۔ محبتیں قائم ودائم رہیں۔

میرا یہ دوسرا نعتیہ مجموعہ ''بخشش'' قبلہ امیر المجاہدین فنا فی خاتم النبین، میرے بچوں کے نانا فراست اللہ خان، مجھے ہمیشہ اپنی دعاؤں اور محبتوں سے نوازنے والے سراپا شفقت ڈاکٹر شہزاد احمد، اپنی کم سنی میں ہمیں داغِ مفارقت دے جانے والی میری بھتیجی ہنزہ بنتِ وقار علی، عزیز دوست محمد عامر شہید اور میرے مرحوم اجداد کے ایصالِ ثواب کے لیے ہے۔ باری تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور میری اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے الٰہی آمین۔

جہانداد منظر القادری

مدحت‌نامه

کیسے کوئی سمجھے ترے اسرار الٰہی
تو ربِ علیٰ مالک و مختار الٰہی

یہ چپ مجھے خاموش نہ کر دے ترے ہوتے
دے نطق کو اب طاقتِ اظہار الٰہی

واصف ہیں ترے برگ و شجر اور پرندے
ہے اذنِ ثنا مجھ کو بھی درکار الٰہی

یکتائی میں یکتا ہے تو واحد ہے احد ہے
تو اول و آخر ہے تو غفار الٰہی

کن لفظوں میں لکھوں ترے اوصافِ حمیدہ
مشکل ہے سخن حمد ہے دشوار الٰہی

پابند مرا نطق مرے لفظ ہیں عاجز
محدود مرا حیطۂ اشعار الٰہی

تیرا ہی کرم اور اماں میری طلب ہے
عصیاں کے مَرض میں ہوں گرفتار الٰہی

اوصافِ حمیدہ ہیں ترے عفو و رحیمی
رحمت کی نظر تجھ سے ہے درکار الٰہی

ضو بار جو افلاک پہ یہ شمس و قمر ہیں
ہیں ان کا حوالہ ترے انوار الٰہی

منظر کو بچا حشر میں رسوائی سے مولا
دے اس کو اماں از پےِ عطّار ، الٰہی

اک ترے اسمِ گرامی پہ فدا ہوتا ہے
خامۂ عجز تری سمت جھکا ہوتا ہے

روز کرتے ہیں سبھی نت نئے انداز میں حمد
ہاں مگر حقِ ثنا کس سے ادا ہوتا ہے

اس کو رہتی ہی نہیں تاج و سیادت سے غرض
رشکِ شاہان ترے در کا گدا ہوتا ہے

مجھ کو ملتا ہے سکوں نام ترا لینے سے
مضطرب قلب جب اک حد سے سوا ہوتا ہے

جو موحّد بھی ہیں اور عبدِ محمّد بھی ہیں
سایۂ عرشِ فقط ان کو عطا ہوتا ہے

دو جہانوں کی بھلائی اسے ملتی ہے فقط
جس کا مقصود بس اک تیری رضا ہوتا ہے

صیغۂ کُن کی حقیقت ہیں درود اور سلام
کُن سے ماقبل فقط نورِ خُدا ہوتا ہے

ہے ترے عشق کے بندوں کی نشانی مولا!
اُن کا محبوب بھی محبوبِ خدا ہوتا ہے

جھٹ سے چھٹتی ہے خزاں حمدِ الہ کے صدقے
منظرِ حزن ہر اک بار ہرا ہوتا ہے

سجی ہے رنگ رنگ کائناتِ **رَبِّیَ الْعَظِیْم**
حدودِ حمد سے ورا ہے ذاتِ **رَبِّیَ الْعَظِیْم**

ودود ہے، مجیب ہے، کریم ہے، حفیظ ہے
ولی کرم عطا غنا صفاتِ **رَبِّیَ الْعَظِیْم**

وہ خالق و وکیل ہے وہ مالک و جلیل ہے
بہ نطقِ مصطفیٰ ہیں محکماتِ **رَبِّیَ الْعَظِیْم**

وہ ابتدا کی ابتدا وہ انتہا کی انتہا
گماں سے بھی ورا ہیں **معجزاتِ رَبِّیَ الْعَظِیْم**

چرند اور پرند، جن و انس مہر و ماہ کے
زباں بیاں ہیں صرفِ حامداتِ **رَبِّیَ الْعَظِیْم**

تری ہے ذات **مستقل تو واجب الوجود** ہے
حیات ہی حیات ہے **ثباتِ رَبِّیَ الْعَظِیْم**

یہ **منظرِ** حزیں بفیضِ مصطفٰی و مجتبٰی
ہوا ہے سرنگوں بہ التفاتِ **رَبِّیَ الْعَظِیْم**

اک نئی طرز سے میں نکھرتا رہا حمد کرتا رہا
نور لفظوں میں مدحت کا بھرتا رہا حمد کرتا رہا

جس پہ یکتائی خود ناز کرتی ہے تُو ایسا نایاب ہے
الاحد الاحد ورد کرتا رہا حمد کرتا رہا

نام تیرا لیا شورشِ دہر میں بہرِ امداد اور
میرا بگڑا مقدر سدھرتا رہا، حمد کرتا رہا

کار سازِ حقیقی قوی جب پڑھا اس کی برکت سے میں
مشکلوں کے بھنور سے اُبھرتا رہا، حمد کرتا رہا

سب نیا ہو گیا ، زیست سے گردِ عصیاں چھٹی یک بیک
دل بھی میرا نہاتا نکھرتا رہا، حمد کرتا رہا

اک طراوت سی اُتری رگ و پے میں لکھتے ہوئے اسمِ رب
اور لکھ لکھ کے سینے پہ دھرتا رہا حمد کرتا رہا

وہ مطافِ حرم، سامنے ملتزم اور شکستہ تھا دم
نور آنکھوں سے دل میں اُترتا رہا حمد کرتا رہا

ہاتھ اُٹھاتا وہاں کیسے گندے، گناہوں سے لتھڑے ہوئے
کاسۂ چشم کو نم سے بھرتا رہا حمد کرتا رہا

روز و شب مدحتِ مصطفٰی اور ذکرِ خدا میں کٹے
اُن کی برکت سے **منظر** سنورتا رہا حمد کرتا رہا

بعثتِ سرکار سے ہے ابتدائے زندگی
اُن سے پہلے زندگی تھی بس برائے زندگی

دیدِ شہرِ نور سے ماقبل بس زندہ تھا میں
پاس میرے تھا سبھی کچھ ماسوائے زندگی

میں غلامِ آلِ اطہر ہوں تبھی بے خوف ہوں
کیوں کہ یارانِ نبی ہیں ناخدائے زندگی

دیدۂ نم ناک ترسیدہ ہے اب جلوہ کریں
تا کہ چشمِ شوق میں پھر لوٹ آئے زندگی

اللہ اللہ عبد اور معبود اور قصرِ دنا
وصل کی وہ اک گھڑی تھی منتہائے زندگی

زیست کی پژمردگی چھٹ جائے کر دیں اک نظر
مسکرائے کھلکھلائے چین پائے زندگی

یا رسول اللہ اذنِ شہرِ طیبہ دیجیے
یوں مریضِ ہجر بھی ہو آشنائے زندگی

یا شفیع المذنبیں امداد کُن امداد کُن
دل پریشاں ہے مجھے پل پل ستائے زندگی

صرفِ کارِ دہر کو لیجے پناہِ نور میں
ہو نہ جائے **منظرِ** عاصی گدائے زندگی

روشن ہے کراں تا بہ کراں اسمِ محمد
ہے باعثِ تکوینِ جہاں اسمِ محمد

چکّھوں گا میں اس نورِ پُر انوار کی لذت
رکّھوں گا یونہی وردِ زباں اسمِ محمد

اِس نام کی برکت سے ہوئی دور بلائیں
ہے دافعِ ہر درد و زیاں اسمِ محمد

لکھا ہے سرِ لوح بڑی شان سے رب نے
ہے زود اثر ، نور فشاں اسمِ محمد

بے یار و مددگار کو سب خستہ دلوں کو
دیتا ہے ہر اک غم سے اماں اسمِ محمد

جب ہوں گی الٰی غیری صدائیں سرِ محشر
تب ہو گا ہر اک لب پہ رواں اسمِ محمد

مشکل مجھے پیش آئے گی دنیا میں جہاں بھی
ڈھارس مری باندھے گا وہاں اسمِ محمد

یہ جانِ دو عالم ہے یہی جانِ جہاں ہے
یہ اسمِ محمد ہے میاں اسمِ محمد

دیتا ہوں مؤذن کے تتبع میں گواہی
سنتا ہوں جو دورانِ اذاں اسمِ محمد

ہر زخم کا مرہم ہے محبت میں یہ **منظر**
تریاق ہے ہر خستہ دلاں اسمِ محمد

ہر طرف کون و مکاں میں آپ ہی کا نور ہے
سر بہ سر دونوں جہاں میں آپ ہی کا نور ہے

آپ کو تملیکِ کُل ہے مالک و مختار سے
ہر نفس ہر ایک جاں میں آپ ہی کا نور ہے

نازشِ عالم ہے حسنِ مصطفیٰ سے مستعار
تابشِ حسنِ جناں میں آپ ہی کا نور ہے

آگہی نورِ خدا کی آپ نے انساں کو دی
اِس لیے میرے گُماں میں آپ ہی کا نور ہے

آپ ہی کے نور سے روشن ہے ساری کائنات
ہر زمین و آسماں میں آپ ہی کا نور ہے

ذرّے جھڑ کر آپ کی پیزار سے، تارے بنے
جگمگاتی کہکشاں میں آپ ہی کا نور ہے

آدم و حوّا سے لے کر ابنِ شیبہ آمنہ
نور ہیں سب درمیاں، میں آپ ہی کا نور ہے

چار دانگ عالم میں ساری زندگی ہے آپ سے
ایک اک نبضِ رواں میں آپ ہی کا نور ہے

میں سخن ور ہوں مری منزل ہے مدحِ مصطفیٰ
یوں مرے حرف و بیاں میں آپ ہی کا نور ہے

اِس لیے روشن ہیں **منظر** سب صحیفے عشق کے
واقعی ہر داستاں میں آپ ہی کا نور ہے

نطق و خامہ نور زا ہیں جستجوے نعت ہے
دم بہ دم الحمد مجھ کو آرزوے نعت ہے

ایک چھینٹا نور کا، اے صاحبِ کوثر کرم
بندۂ عاجز کے ہاتھوں میں سبوے نعت ہے

ایک کاغذ اک قلم اور مطلعِ نعتِ نبی
شوق کے اصرار پر اِس فن میں جوے نعت ہے

مطلعِ انصاف پر فائز ہیں روزِ حشر آپ
رُخ غلاموں کا سرِ محشر بھی سوے نعت ہے

آیۂ **ذکرک** پڑھی تو راز یہ افشا ہوا
کہ کلامِ حق سے جاری ہر علوے نعت ہے

میم سے حا اور اُس کے بعد حا سے میم تک
کتنا پیارا کتنا دل کش دیکھ روے نعت ہے

لفظ زم زم سے دُھلیں گے اور کُھلیں گے بزم میں
ناعتینِ عشق میں بس گفتگوے نعت ہے

اے قلم تو بر سرِ قرطاس چلنا با ادب
الحذر حدِّ ادب تو رو بہ روے نعت ہے

غنچۂ نطقِ حزیں پر آ گئی جیسے بہار
آج حرف و لفظ سے میرے نموے نعت ہے

بے سبب الفاظ **منظرؔ** آپ کے روشن نہیں
یہ عطا ہے اذن ہے یہ بہرِ خوے نعت ہے

عقل تحیر میں ہے، گم ہیں ہوش و خرد محبوبِ احد
جانتا ہوں میں پیشِ مدینہ اپنی حد، محبوبِ احد

کہتے نہیں کچھ آپ خدا کی مرضی اگر نہ شامل ہو
اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی اس کی سند محبوبِ احد

آپ ہیں نورِ ذاتِ الٰہی مالکِ کُل ، مختار بھی ہیں
اس میں نہیں ابہام نہ کوئی رد و کد ،محبوبِ احد

چاند، ستارے، سورج اس کے تابع ہیں تو روشن ہیں
گنبدِ خضرٰی سے ہی انہیں جاری ہے رسد محبوبِ احد

اس فانی دنیا میں بھی، پھر قبر میں بھی محشر میں بھی
ہر مشکل میں مانگتا ہوں تجھ سے ہی مدد محبوبِ احد

چومتے ہیں دو بار مرے لب نامِ محمد لیتا ہوں
جھومتا ہوں جب آتا ہے اک میم پہ شد محبوبِ احد

ظاہر میں ہے ایک چٹائی اور ترا سادہ کھانا
اصل میں عرشِ اعظم ہے تیری مسند محبوبِ احد

روزِ جزا سب ساتھ پڑھیں گے **صَلِّ علٰی بس صَلِّ علٰی**
آپ کی جب ہونے والی ہو گی آمد محبوبِ احد

تشنہ نگاہی کو بردوں کی کافی و وافی ہے شاہا
آپ کا طیبہ آپ کا وہ نوری گنبد محبوبِ احد

آپ کی نعت کے صدقے اور مدحت کی برکت سے آقا
بڑھتا ہے مجھ ایسے نکمّے کا بھی قد محبوبِ احد

شوق کا پیغام لکھا ہے سرِ لوحِ سخن
میم سے اک نام لکھا ہے سرِ لوحِ سخن

رحمتِ باری تعالٰی اس لیے ہے سر بہ سر
اسمِ حسنِ تام لکھا ہے سرِ لوحِ سخن

حسنِ عالم سرنگوں کیوں کر نہ ہو اس ہاتھ سے
نامِ خوش آرام لکھا ہے سرِ لوحِ سخن

من گدائے چار یارم تابعِ آلِ نبی
یہ بصد اکرام لکھا ہے سرِ لوحِ سخن

صدقۂ آلِ محمد میں ملا ہے کارِ نعت
کتنا اچھا کام لکھا ہے سرِ لوحِ سخن

وہ مطافِ دو جہاں ہیں، قبلۂ کونین ہیں
باندھ کر احرام ، لکھا ہے سرِ لوحِ سخن

عشق کے اصرار کی تقلید میں نامِ رسول
صبح لکھا شام لکھا ہے سرِ لوحِ سخن

بندۂ مہجور کو اذنِ مدینہ مل گیا
یہ مرا انعام لکھا ہے سرِ لوحِ سخن

منظرِ عاصی کو ہو کیوں وحشتِ وقتِ رواں
دافعِ آلام لکھا ہے سرِ لوحِ سخن

دیدۂ شوق تو دیدار کی خواہش کو سنبھال
چشمِ پُرنم کی درِ یار پہ بارش کو سنبھال

وہ کرم کر دیں گے تو بھیج درودی تحفے
نہ مچل ضد نہیں کر عشق کی آتش کو سنبھال

کوچۂ عشق سے مشکل ہے گزرنا اے دل
گر گزرنا ہے تو دھڑکن کی بھی لرزش کو سنبھال

تندیِ بادِ مخالف سے زبوں حال ہوں میں
نا خدا آ مرے حالات کی گردش کو سنبھال

غرفۂ نعت میں ہوں کاسہ بکف، اذن طلب
اے کریم آج مری خواہش و کاوش کو سنبھال

شوقِ مدحت میں بنُے لفظ مرے ہوں مقبول
سب نعم کر دے عطا، نطق کی کوشش کو سنبھال

منتشر ہونے کو ہے مصحفِ اعمالِ زیاں
شافعِ حشر مری عرضِ بخشش کو سنبھال

جیسے دنیا میں رکھا تو نے بھرم **منظر** کا
روزِ محشر بھی یونہی نامۂ لغزش کو سنبھال

مطلعِ نعت ہے سب زورِ بیاں ہے خاموش
دل دھڑکتا ہی نہیں اور زباں ہے خاموش

نامۂ زیست خسارہ ہی خسارہ تھا مگر
روبہ رو آپ کے ہر ایک زیاں ہے خاموش

جوشِ رحمت ہے نرالا سرِ محشر اُن کا
جائے وحشت میں جہاں جسمِ اماں ہے خاموش

جب سے دیکھا ہے ترے گنبدِ اخضر کی طرف
آنکھ پتھرا سی گئی سارا سماں ہے خاموش

غرفۂ ہجر میں ہو نور کی بارش آقا
ساتھ میرے یہ مرا ہجر مکاں ہے خاموش

نوری پیزاروں تلے آ کے فروزاں جو ہوئی
دیکھ کر خاکِ حرم فرشِ جناں ہے خاموش

اُڑتا پھرتا تھا یہ دل برگِ بریدہ کی طرح
مزرعِ دل پہ کھلی نعت خزاں ہے خاموش

مدحتِ حسنِ مکمل میں قلم خم ہے مرا
نعت کہنے سے ہی یہ قلبِ تپاں ہے خاموش

بابِ مدحت پہ یہ **منظر** ہے کھڑا کاسہ بکف
سر خمیدہ یہ ترا عرض کناں ہے خاموش

یم بہ یم صبح و مسا ستر ہزار
قدسیانِ عرش ہیں گِردِ مزار

یاوری پر ہے مقدر آج پھر
آپ کے در پر کھڑا ہوں اشک بار

امن گاہِ خیر ہے بر عاصیاں
یہ درِ خیر الورٰی ہے غم گسار

محتسب کے ہاتھ ہے فردِ عمل
کر نگاہِ عفو میرے کردگار

مژدۂ **فَلْیَفْرَحُوْا** لائے بشیر
تھی فضائے دہر ورنہ سوگوار

نور آیا ہے ربیع النور میں
ساتھ لایا ہے بہاروں کی بہار

زُلف و رُخ سے فیض پاتے ہیں سبھی
آبشار و کوہسار و مرغزار

جانِ ایماں بالیقیں ہیں پنج تن
شانِ ایماں آپ کے اصحاب چار

برسرِ میزاں پڑھوں نعتِ نبی
جب پکاریں آپ کے خدمت گزار

کاسۂ بخشش ہو **منظر** ہاتھ میں
صرفِ کارِ نعت ہوں لیل و نہار

نعت اُتری درِ اِرم چوما
میم جب جب لکھا قلم چوما

ہوں گے نازاں لبانِ روحِ امیں
اور کس نے ترا قدم چوما؟

نقشِ نعلین جب بھی چوما ہے
یہ قلق ہی رہا ہے کم چوما

سُن کے اسمِ نبی انگوٹھوں کو
سارے عُشّاق نے بہم چوما

لمحہ لمحہ سبھی مناظر نے
گنبدِ سبز دم بہ دم چوما

سنگِ اسود تھا رشکِ ارض و سما
آپ نے جب شہِ اُمم چوما

بہرِ تسکیں ہر ایک مشکل میں
نامِ نامی بہ چشمِ نم چوما

سوزِ ہجر و فراق دور ہوا
جب سے سنگِ درِ کرم چوما

آنکھ **منظر** عجب سرور میں ہے
جب سے نظارۂ حرم چوما

اُنگشت بہ دنداں ہیں فصیحانِ زمانہ
ایسا ہے لبِ یوحٰی کا انداز یگانہ

گر خواب میں آجائے وہ من موہنی صورت
پھر نیند سے جاگے نہ کبھی اُن کا دوانہ

اُس خاکِ مدینہ کے ہی صدقے یہ نسب ہے
نسبت میں ترابی ہوں یہی میرا خزانہ

ایقان ہے محشر میں ملے گی مجھے بخشش
اور مدحِ شہِ کون و مکاں ہو گی بہانہ

اس گھر سے ہی تطہیر علو پاتی ہے ہر دم
طیّب ہے مطہّر ہے محمد کا گھرانہ

کیوں رشکِ دو عالم نہ ہوں والّیل سی زلفیں
ہے بوسہ مقام اُن کی شہا آپ کا شانہ

مَاکُنْتَ تَقُوْلُ ہو نکیرین کے لب پر
اور میرے لبوں پر ہو شہِ دیں کا ترانہ

منظر درِ سرکار و صحابہ کا گدا ہوں
اِتنی سی کہانی ہے مری اتنا فسانہ

نور کی ڈور سے ہم لعل و گہر باندھتے ہیں
مصرعِ نعت بہ صد شوق اگر باندھتے ہیں

بر سرِ عرش نہ کیوں شادی رچے، آج کہ آپ
جانبِ قصرِ دنیٰ رختِ سفر باندھتے ہیں

ہے رسد گنبدِ خضریٰ سے شب و روز اُنھیں
روشنی کا جو سماں شمس و قمر باندھتے ہیں

ٹکٹکی آپ کے دربار کی جالی پہ شہا
بہرِ دیدار مرے دیدۂ تر باندھتے ہیں

میم لکھتے ہی عجب کیف سا چھا جاتا ہے
ایسے تحریر کی تمہید اگر باندھتے ہیں

گرچہ عاجز ہیں مگر پھر بھی خیالِ مدحت
سر بہ سر باندھتے ہیں شام وسحر باندھتے ہیں

ہے عجب شانِ عطا حشر میں دستارِ نعم
آپ اپنے ہی گنہ گار کے سر باندھتے ہیں

ہے عطا اُن کی جہانداد ترے جیسے بھی
منظر نعتِ نبی بارِ دگر باندھتے ہیں

لوحِ دل پر جو تنزیلِ مدحت ہوئی نطق مدحِ محمد کا خوگر ہوا
حرف در حرف کرنیں چمکنے لگیں اسم لکھا تو کاغذ معطر ہوا

نور سے رب نے اپنے بنایا جنہیں ، وجہِ تخلیقِ کونین کہیے انہیں
وہ ہیں ممدوحِ رب یعنی خیر الوریٰ وجہِ حسنِ جہاں اُن کا پیکر ہوا

گرمی و تابِ محشر میں چاروں طرف نفسی نفسی کا عالم تھا، سایہ نہ تھا
پھر وہ پردہ اُٹھا میرے لب سے رواں یا محمد محمد مکرر ہوا

آپ کے فیضِ نوری سے اصحاب کو صدق و عدل وغنا وشجاعت ملی
کوئی صدیق و فاروق وعثماں ہوئے اور کوئی میرے آقا کا حیدر ہوا

خام نکلے عمل سارے محشر کے دن حبِ آلِ محمد سے ڈھارس بندھی
خلد کا اذن بخشا گیا تب مجھے فیصلہ جب بدست پیمبر ہوا

وہ ہو مرحب یا عنتر یا ہو عبدِ وُد، ضربِ حیدر سے سب پارہ پارہ ہوئے
لافتیٰ کی سند اپنے حیدر کو دی جس کی ہیبت سے خم بابِ خیبر ہوا

غزوۂ بدر و کرب و بلا دیکھیے دینِ اسلام کو جب ضرورت پڑی
اک عدد تین سو تیرہ افضل ہوا دوسرا جب ہوا تو بہتّر ہوا

خامہ تشنہ تھا الفاظ بے رنگ تھے اور شہرِ سخن میں تھی خاموشیاں
آج **منظر** یہ شاداں ہے مسرور ہے جب سے اُس کو عطا آپ کا در ہوا

خیالِ شہرِ کرم سے یہ آنکھ بھر آئے
جو عکسِ گنبدِ اخضر کہیں نظر آئے

مچل کے ہجر کے بندے کا دل کرے فریاد
کرم ہو کاسہ بہ کف آپ کے نگر آئے

بس ایک میم ہی لکھا تھا بہرِ نعتِ نبی
حروف جیسے ورق در ورق نکھر آئے

دعائے خیر تھی ڈھارس جو عشق کے بندے
پُلِ صراط سے اک جست میں گزر آئے

بہ فیضِ محفلِ میلاد میرے آنگن میں
فلک سے جیسے ہر اک کہکشاں اُتر آئے

وہ دیکھ لیں جو کبھی ایک بار میری طرف
بغیر عرض مری ہر مراد بر آئے

میں کب سے دیکھ رہا ہوں رہِ شہا یا رب
کبھی تو اذن ملے کوئی نامہ بر آئے

یہ لازمی ہے درِ خیر پر ہر اک زائر
حضورِ شاہِ مدینہ بہ چشمِ تر آئے

درود اُن کا لبوں پر سجائے بیٹھا ہوں
نہ جانے کب کوئی مصرع ثنا کا در آئے

جبینِ عجز کیے خم ہے آرزو **منظر**
دیارِ شاہِ مدینہ میں سر بسر آئے

نقشِ اسمِ مصطفیٰ پر میں فدا ہوتا رہا
اور نزولِ نعت مجھ پر بے بہا ہوتا رہا

آیۂ **فَلْيَفْرَحُوْا** کے مُتَّبِع جو بھی رہے
مقصدِ تخلیقِ جاں اُن کا ادا ہوتا رہا

سطوتِ شاہی کو چھوڑا اُس نے پھر اک شان سے
جو شہنشاہِ مدینہ کا گدا ہوتا رہا

نعت گوئی ہے سعادت زورِ گفتاری نہیں
یہ کرم جس پر ہوا ، ہوتا رہا ہوتا رہا

مطلعِ اظہار میں لکھا تھا بس نامِ نبی
پھر تو ممدوحِ نبی خود بے نوا ہوتا رہا

آنسوؤں سے ہجر میں دھوتا رہا میں روح کو
داغِ فرقت قلب سے میرے جدا ہوتا رہا

چھیڑ کر تارِ درودی دل کے دف کی تھاپ پر
مدحِ آقا کے لیے نغمہ سرا ہوتا رہا

حضرتِ موسیٰ سے مل کر بار بار آتے رہے
اور جائے وصل وہ قصرِ دنیٰ ہوتا رہا

روز ہی لکھتا رہا میں نعتِ شاہِ دو جہاں
قصرِ مدحت روز ہی جیسے نیا ہوتا رہا

صدقۂ اصحاب و آلِ مصطفیٰ ، **منظر** مجھے
نعت کی صورت عطا صبح و مسا ہوتا رہا

وہ بے سایہ ہیں اور سایہ ہے اُن کا سب جہانوں میں
شبِ اسریٰ وہی جلوہ نما تھے آسمانوں میں

بہ صد شوق آ پڑا ہوں آپ کے دربارِ عالی پر
وسیلہ آپ کا درکار ہے دونوں جہانوں میں

جھکا جاتا ہے دل سجدے میں کیف و لطف کے باعث
اذانِ عشق کی آئے صدا جب میرے کانوں میں

سراہیں جس قدر قسمت کو اپنی اس قدر کم ہے
کہ اذنِ نعت ان کا خاص ہے سب مدح خوانوں میں

تھا جب اصحاب کے جھرمٹ میں وہ شمس الضحیٰ روشن
زمانہ فخر کرتا ہو گا وہ سارے زمانوں میں

ابو ایوب کے گھر جب مجسم نور ٹھہرے تھے
نمایاں کیوں نہ ہوتا وہ مکاں پھر سب مکانوں میں

اسے بھی روزِ محشر لیں ردائے خیر میں آقا
خمیدہ سر یہ عاصی بھی وہیں ہو گا دوانوں میں

جسے خاکِ درِ جاناناں مل جائے ذرا سی بھی
شغف کوئی نہیں رکھتا وہ دنیا کے خزانوں میں

یہ بس مرشد کے ہی طوقِ غلامی کا ثمر ہے سب
کہ **منظر** آج شامل ہے نبی کے نعت خوانوں میں

قصرِ خلد اپنے لیے اس طرز سے تعمیر کر
بھیج کچھ تحفے درودی نعت کی تدبیر کر

خواب میں پیشِ مدینہ خود کو دیکھا تھا شہا
کرنے والے اب مرے اس خواب کی تعبیر کر

کشورِ نظم و غزل پر حکمرانی کے لیے
نعت کی تمہید سے شہرِ سخن تسخیر کر

جگمگاتا نورِ عشقِ مصطفٰی پاؤ گے تم
جب بھی چاہو دیکھ لو قلبِ حزیں کو چیر کر

گر فدائے آلِ اطہر ہے تو لازم ہے تجھے
سال کے آغاز ہی سے تو غمِ شبیر کر

والیِ نطقِ لبِ یوحٰی کی مدحت رات دن
لکھ کے اپنے حرف اور الفاظ کو تنویر کر

رحمۃ اللعالمیں پر بھیج تو پیہم درود
وردِ لب صلِ علی سے سانس کو زنجیر کر

تا ابد اور بعد اس کے زندگانی کے لیے
جان و دل ان پر فدا کرنے میں مت تاخیر کر

خامہ رقصاں ہے سرِ قرطاس، کہتا ہے مجھے
نعتِ سلطان و شہِ کون و مکاں تحریر کر

جھڑکیاں یوں کب تلک کھائے گا **منظر** دہر کی
چل مدینے اور بیاں ہر درد کی تفسیر کر

اُن سے کرتا ہوں کربِ ہجر بیاں
روز دیتا ہے میرا عشق اذاں

مخزنِ لطف ہے وہ شہرِ کرم
جس کے صدقے بنے ہیں کون و مکاں

حکمِ لَاتَرْفَعُوا کی جا ہے یہی
شور اُن دھڑکنوں کا روک یہاں

ہالۂ نور میں ہے شہرِ نبی
سبز گنبد ہے دیکھ نور فشاں

خواہشِ دید پیش کیسے کروں
دل لرزتا ہے مثلِ برگِ خزاں

حکمِ جاؤک کی اطاعت میں
لے کر آیا ہوں اپنی فردِ زیاں

کہکشاں آپ سے ہی روشن ہے
آپ کے دم سے ہے یہ حسنِ جناں

ہجر زادے کو اذن دے دیں شہا
دست بستہ ہوا ہے عرض کناں

بہرِ تسکیں کرم ہو **منظر** پر
اُڑنے والا ہو جب یہ طائرِ جاں

سوئی قسمت کو بہ ایں طور جگاتا آقا
مصحفِ زیست کو مدحت سے سجاتا آقا

کارِ توصیف سے بنتی ہے ہر اک بات مری
اور کوئی مجھ کو ہنر بھی نہیں آتا آقا

یہ فقط نسبتِ نوری سے ہوا ہے افضل
اخضری رنگ جو نظروں کو ہے بھاتا آقا

خواہشِ دیدِ حرم بہتی ہے جب آنکھوں سے
نقشِ نعلین ہوں آنکھوں سے لگاتا آقا

آلِ اطہار کے صدقے سے ملا اذنِ کلام
شاعرِ نعت جو ہے مجھ کو کہاتا آقا

وائے قسمت کہ عجم ہے ترے بردے کا وطن
کون دل سے ہے وطن لوٹ کے جاتا آقا

جسم لے آیا ہوں واپس میں مدینے سے مگر
دل کسی طور پلٹ کر نہیں آتا آقا

قبر میں، حشر میں پُل پر بھی ہو تم سایہ فگن
ناز اُمت کے ہے یوں کون اُٹھاتا آقا

جب سے دیکھا ہے وہ اک شہر، کوئی بھی **منظر**
تب سے آنکھوں میں نہیں میری سماتا آقا

رشک گاہِ جہاں خطۂ نور ہے
میں مدینے میں ہوں خواب مسرور ہے

کاسۂ حرف میں مدح کا صدقہ دیں
رو بہ رو نعت کے نطق معذور ہے

بے طلب ہی عطاؤں کے ہیں سلسلے
دوست یہ شہرِ آقا کا دستور ہے

ہجر کے شہر سے بارِ عصیاں لیے
آپ کے در پہ آیا یہ رنجور ہے

حبِ آلِ نبی ہے تعارف میرا
ہوں غلامِ صحابہ یہ مشہور ہے

چشمِ پرنم لیے در پہ بیٹھا ہوں میں
شوق کے شہر کا بس یہ منشور ہے

نامِ **منظر** غلاموں کی فہرست میں
کاش کہہ دیں وہ سُن کر کہ منظور ہے

چشمِ نم آپ کا دیدار ہی مانگے جائے
دید کو حسنِ طرح دار ہی مانگے جائے

سر خمیدہ ہے قلم اُس درِ اقدّس پہ میرا
دولتِ مدحتِ سرکار ہی مانگے جائے

نقشِ نعلینِ کرم بار پہ سر رکھنے کو
بے خودی سنگِ درِ یار ہی مانگے جائے

جذبۂ شوق مرا چشمِ بصیرت کے لیے
خاکِ نعلینِ کرم بار ہی مانگے جائے

اِس نے دیکھے تھے کہاں پہلے خد و خال ایسے
آئینہ وہ لب و رخسار ہی مانگے جائے

معتبر ہو یہ سخن نعت عطا ہو مجھ کو
نطق اب طاقتِ اظہار ہی مانگے جائے

آپ سے اذنِ حرم آپ کا **منظر** ہر دم
مقطعِ نعت میں ہر بار ہی مانگے جائے

مرکز و محورِ بندگی نعت ہے
بردۂ شوق کی زندگی نعت ہے

حُسنِ احمد کی مدحت ہے رشکِ سخن
رشکِ نطق و بیاں آپ کی نعت ہے

صدقۂ مصطفیٰ رنگ و نکہت سبھی
لالہ و گل کی سب دلکشی نعت ہے

باغِ مدحت میں ہی سانس لیتا ہوں میں
میرے ایمان کی تازگی نعت ہے

اس کی تفسیر ہے سیرتِ مصطفیٰ
رب کے قرآن سے آگہی نعت ہے

حُکمِ ربّی ہُوا ہے کہ **فَلۡیَفۡرَحُوۡا**
آمدِ مصطفیٰ کی خوشی نعت ہے

پھر کرم ہو گیا اور قلم سے مرے
خوب ہی آج **منظر** ہوئی نعت ہے

جس در سے سخا پاتی ہے دینے کا قرینہ
وہ شہر ، مدینہ ہے مدینہ ہے مدینہ

اُمیدِ کرم عرصۂ ہجراں میں ہے اُن سے
ساحل پہ کسی طور لگا دیں گے سفینہ

خوشبو سے گل و لالہ و ریحان و سمن کی
بڑھ کر ہے مرے شاہِ اُمم تیرا پسینہ

تلوؤں سے ترے پائی ضیا خاکِ حرم نے
ہر ذرۂ طیبہ ہے تبھی مثلِ نگینہ

تجھ حسنِ دو عالم کی ہیں مشتاق یہ آنکھیں
چمکا دے مرے ماہِ مبیں میرا شبینہ

آپ آئیں تو اس دل کو قرار آئے مرے شاہ
سرخم ہے، قدم رکھنے کو حاضر ہے یہ سینہ

اے کاش ملے بارِ دگر شہرِ عطا میں
وہ سحری وہ افطار وہ رمضاں کا مہینہ

یہ صدقہ ہے تقلید کا جامی و رضا کی
جو مجھ کو ملا مدحتِ آقا کا قرینہ

منظر ہے کھڑا کاسہ بہ کف صحنِ حرم میں
کرتا ہے طلب شہرِ مدینہ میں دفینہ

ہر رات ہے پُر نور ہر اک صبح سہانی
دیکھی ہے ترے شہر کی وہ نور فشانی

کیوں اور کسی در پہ کروں اپنی جبیں خم
جب آپ سے ملتا ہے مجھے دانہ و پانی

ہے کتنا گراں مایہ زرِ خاکِ مدینہ
اُس شہر کا ممکن ہی نہیں ہے کوئی ثانی

پوچھیں گے نکیرین جو **مَا کُنْتَ تَقُوْلُ**
ان کو بھی جواباً ہے تری نعت سنانی

اُن کا ہوں غلام اُن کے ہی نعلینِ کرم بار
سینے پہ سجاتا ہوں سند بہرِ نشانی

جو روشنی گنبد سے شب و روز عیاں ہے
مخرج ہے ہرا، اس کا تبھی رنگ ہے دھانی

ہے حکمِ شریعت کہ نہ ہو سجدۂ تعظیم
دل کرتا رہا سجدے مری ایک نہ مانی

وہ اذنِ حرم دستِ کرم سے مجھے دیں گے
ہر نعت میں لکھتا ہوں تبھی ہجر کہانی

منظر یہ نہیں مشقِ سخن، خونِ جگر ہے
یہ عجز بیانی ہے مری عجز بیانی

لامکاں میں بھی قدم ہے سیدی سرکار کا
دیکھ کیا جاہ و حشم ہے مالک و مختار کا

لکھ رہا ہوں نعتِ سلطان و شہِ کون و مکاں
دم بہ دم مجھ پر کرم ہے یوں شہِ ابرار کا

تشنگی کو دور کرنے کے لیے دیدار کی
جام اِن آنکھوں کا نم ہے ان کے بادہ خوار کا

تابِ مہرِ حشر میں بھی ہم غلاموں کے لیے
وافی و کافی علم ہے سیدی سردار کا

آیۂ فَلۡیَفۡرَحُوۡا کی اتباعِ شوق میں
ذکر جاری دم بہ دم ہے آمدِ سرکار کا

حشر میں بھی قبر میں بھی اے شفیع المذنبیں
آپ نے رکھا بھرم ہے مجھ سے دنیا دار کا

دیدِ حسنِ گُل کا طالب ہے کھڑا بر چشمِ نم
اور وطن ملکِ عجم ہے طالبِ دیدار کا

اپنے تو اپنے وہاں سے غیر بھی پاتے ہیں فیض
واہ کیا طرزِ کرم ہے نور کی سرکار کا

دستِ رحمت قلبِ **منظر** پر ذرا رکھ دیجیے
آج بامِ لب پہ دم ہے ہجر کے بیمار کا

———

جب مدینے میں کبھی اہلِ نظر جاتے ہیں
سرنگوں اور بہ صد دیدۂ تر جاتے ہیں

کیا بتائیں جو گزرتی ہے سرِ قلبِ حزیں
ہم مدینے سے پلٹتے ہوئے مر جاتے ہیں

طائرِ سدرہ کے پر جلتے ہیں جس سے آگے
اُس سے آگے وہ خدا جانے کدھر جاتے ہیں

خوشبوؤں سے وہ گزر گاہ مہک اُٹھتی ہے
آپ جس راہ سے اک بار گزر جاتے ہیں

لینے خیرات ترے خوانِ مطہر سے فقیر
سر بہ خم کاسہ بہ کف عشق نگر جاتے ہیں

بر سرِ صفحۂ قرطاس محمد جو لکھوں
رنگ اور نور سے الفاظ نکھر جاتے ہیں

شوقِ نظّارہ لیے عرشِ عُلا سے قدسی
سر بہ سر در پہ ترے شام و سحر جاتے ہیں

جب ترے حسنِ مکمل کا چھڑے ذکر شہا
منظرِ ہستیِ ناقص بھی سنور جاتے ہیں

دیدۂ شوق ہمیشہ سے ہی نم رکھا ہے
یادِ طیبہ میں دعاؤں کو بہم رکھا ہے

وہ جگہ رشکِ گہِ خلد و سماوات ہوئی
جس جگہ آپ نے اک بار قدم رکھا ہے

مضطرب قلب عجب لطف سے سرشار ہوا
یوں لگا دل پہ مرے دستِ کرم رکھا ہے

سبھی الفاظ ہوئے زینتِ قرطاسِ دعا
جب سے مدحت میں تری وقف قلم رکھا ہے

فاصلہ حجرۂ نوری سے جو ہے منبر تک
تا ابد رب نے اسے رشکِ ارم رکھا ہے

آج ہو جائے گی طیبہ کی زیارت مجھ کو
بخت میں آج مرے اذنِ حرم رکھا ہے

لمحہ لمحہ ہو مری زیست کا مصروفِ ثنا
اُس دعا کو سرِ فہرست رقم رکھا ہے

بہ خدا فکر یہ اجداد سے پائی میں نے
خامہ و نطق بس اک میم میں ضم رکھا ہے

میں کہ بے نام سا بے دام سا **منظر** ہوں مگر
مدحتِ شاہ نے بس میرا بھرم رکھا ہے

حُسنِ شاہِ دوجہاں کی غیر ممکن ہے مثال
صاحبِ خُلقِ علا ہیں صاحبِ اوجِ کمال

وہ لبِ یُوحیٰ کے مالک ہیں وہی شمس الضحیٰ
اُن کی سیرت ہے کہ تفسیرِ کلامِ ذوالجلال

اُن کے قدموں کا ہی دھوون حسنِ باغِ خلد ہے
صاحبِ کوثر کی زلفِ نم سے ہے آبِ زُلال

صدقۂ آلِ عبا اور صدقۂ اصحاب دے
اور مجھے گردابِ عصیاں سے مرے مولا نکال

نور کی سرکار سے منسوب ہر شے نور ہے
نور ہیں ازواجِ آقا نور ہیں آل و عیال

ہر مہینے ماہِ کامل روشنی کے واسطے
ابروئے شہ کو سلامی دیتا ہے بن کر ہلال

ہے **رفعنا** کی رسد **فَلْیَفْرَحُوْا** کی ہے سند
ذکرِ شاہِ دوجہاں ہے بے مثال و لازوال

وہ درِ خیر البشر درماں ہے ہر اک درد کا
اُس درِ خیر الورٰی سے دور ہوتا ہے ملال

منبعِ جملہ محاسن ہیں وہ ہیں جانِ کرم
رحمتہ اللعٰلمیں ہیں صاحبِ جملہ جمال

حشر کا **منظر** ہے کوئی سایۂ رحمت نہیں
آ مرے والی، مرے وارث مرے اے لاج پال

فقیر کاسہ بکف ہے آقا صدا لگاتا ہے بہرِ بخشش
لیے ہے سر پر عمل کی گٹھڑی نہیں کچھ اس میں سوائے لغزش

یہ ایک مدت سے شہرِ ہجر و فراق سے محوِ التجاء ہے
یہ ایک مدت سے شہرِ نور و کرم کی دل میں لیے ہے خواہش

میں ڈھونڈتا ہوں ہر اک زباں میں، سبھی حروف ان کی شاں کے شایاں
ہیں حرف معذور، نطق بے بس کرے یہ کیسے تری ستائش

عجیب پر نور کیف آور فضا حرم کی ہے میرے آقا
عجب تحیر میں صحنِ طیبہ میں دیکھتا ہوں کرم کی بارش

کرم وہ فرمائیں روزِ محشر سکون مجرم کو تب ملے گا
ہلاکتوں سے بچائیں مجھ کو کریم میرے یہ ہے گزارش

بندھی ہے ڈھارس دعائے سلِّم کے آسرے پر رواں دواں ہیں
کریم آقا کرم سے اپنے سنبھالتے ہیں قدم کی جنبش

عبث ہے کارِ سخن سراسر اگر نہ ہو حسنِ نعتِ سرور
قبولِ دربار کرلیں آقا یہ اپنے **منظر** کی خام کوشش

سخن کو نعت کے لمعات سے روشن کیے رکھا
شہِ ابرار کے نغمات سے روشن کیے رکھا

سرِ فہرست لکھا والضحیٰ والشّمس نُور اللہ
اور اپنا نطق ان آیات سے روشن کیے رکھا

کیا ہر بات کا آغاز ان کے نامِ عالی سے
اور اپنی بات کو اس بات سے روشن کیے رکھا

وہ سب لمحے جو شہرِ نور کی یادوں میں گزرے ہیں
ثنا کو ان حسیں ساعات سے روشن کیے رکھا

ضیاے نعت گوئی جو رضا کے در سے پائی ہے
سخن کو اپنے اس خیرات سے روشن کیے رکھا

ترے لمسِ قدم سے پائی جن ذروں نے تابانی
فلک نے خود کو ان ذرات سے روشن کیے رکھا

ہمیں اُمید ہے **منظرؔ** لحد میں روشنی ہو گی
کہ دل کو الفتِ سادات سے روشن کیے رکھا

جونہی سرِّ رفعنا نطق کو تعلیم ہوتا ہے
مری ہر فکر کا مرکز وہ نوری میم ہوتا ہے

نگاہیں خم کیے بیٹھوں درِ آقا پہ دو زانوں
کہ اس دربار سے رزقِ ثنا تقسیم ہوتا ہے

ادائے صیغۂ کن سے ہزاروں سال پہلے ہی
وجودِ حضرتِ خیر الورٰی تجسیم ہوتا ہے

حجر ان کی گواہی دیں، شجر جھک کر سلامی دیں
بہ یک جنبش چمکتا چاند بھی دو نیم ہوتا ہے

سند ہے یہ، خدا سے وہ جدا ہرگز نہیں لوگو
کہ ذکرِ مصطفٰی ہی بعدِ ہر تحریم ہوتا ہے

سبب اِس کا بنے گی نعت گوئی مدح سامانی
جو روزِ حشر یہ بندہ وہاں تسلیم ہوتا ہے

عجب ہی اوج پر ہوتا ہے یہ زورِ سخن **منظر**
قلم سے حرفِ مدحت جب مرے ترقیم ہوتا ہے

شہرِ شوق و عشق میں گزرے اگر یہ زندگی
تو نہ ہو درپیش کوئی بھی غمِ آیندگی

دے رہا ہے گنبدِ سرسبز ہی صبح و مسا
آسماں پر مہر و ماہ و نجم کو تابندگی

پھر مدینے کے تصور نے کیا ہے دم بہ خود
چاہیے شہرِ مدینہ کی مجھے باشندگی

بہرِ دفعِ ظلمتِ عہدِ رواں رکھوں گا میں
عکسِ پائے مصطفیٰ سینے پہ ساری زندگی

میں سنہری جالیوں کے سامنے آ تو گیا
پر نظر اُٹھتی نہیں ہے از پےِ شرمندگی

خدمتِ سرکار پر مامور رب نے جب کیا
فخر سے جبریل نے لی آپ کی کارندگی

ثانیِ طیبہ ہے پاکستان کہتے ہیں جسے
تا قیامِ روزِ آخر دیں اسے پایندگی

نعت کے صدقے ملی ہے مجھ کو **منظر** سر بہ سر
خوش بیانی خوش گمُانی اور خوش آیندگی

اک انوکھی طرب سے روشن ہے
گنبدِ سبز سب سے روشن ہے

حضرتِ جبرائیل کا ماتھا
اُن کو معلوم کب سے روشن ہے

ہر ستارہ نظامِ شمسی کا
اُن کے رخسار ولب سے روشن ہے

قوتِ دید اُس نگاہ کی سوچ
وہ جو دیدارِ رب سے روشن ہے

نقشِ نعلین دل پہ رکھتا ہوں
طاقِ دل اُس کی چھب سے روشن ہے

روزِ محشر مری یہ فردِ عمل
مدحِ ماہِ عرب سے روشن ہے

صبحِ طیبہ سے پہلے شب دیکھیں
کس عجب طرز و ڈھب سے روشن ہے

جب سے دیکھا ہے گنبدِ اخضر
میری بینائی تب سے روشن ہے

ہر دو عالم کا **منظرِ** ہستی
نورِ محبوبِ رب سے روشن ہے

ہماری عقل و خرد سے اونچا مقام اُن کا
ہے سدرۃ المنتہیٰ سے آگے خرام اُن کا

وہ سب سے افضل وہ سب سے اعلیٰ وہ سب سے اولیٰ
تبھی تو دیکھو لقب ہے خیر الانام اُن کا

کوئی بھی حسنِ دگر نظر کو مری نہ بھائے
بسا ہے میری نظر میں بس حسنِ تام اُن کا

لوائے نعتِ محمدی پر ہے درج ذکرک
بہ حکمِ ربی ہے ذکر جاری مدام اُن کا

بغیر چومے ادا نہ ہو گا وہ نام لب سے
تمام ناموں میں سب سے پیارا ہے نام اُن کا

سلامِ ابروے شہ میں گھٹ کر بصد عقیدت
اُتارے صدقہ وجودِ ماہِ تمام اُن کا

شجر، حجر، بحر و بر یہ سارے ہیں اُن کے دم سے
ہر ایک جانب رواں دواں ہے نظام اُن کا

ندامتوں کو وہی تو ڈھانپیں گے روزِ محشر
شفیعِ محشر ہیں ان کو زیبا ہے کام اُن کا

برائے بخشش سند یہ کافی ہے تجھ کو **منظر**
کہ تو ہے ابنِ غلام ابنِ غلام اُن کا

یادِ نبی سے، پہلے سخن با وضو ہوا
پھر اُن کا ذکر کر کے دہن سرخ رو ہوا

لگتے ہی آنکھ خود کو مدینے میں دیکھ کر
ڈھارس بندھی ہے چہرہ مرا قبلہ رو ہوا

شامل ہے اس میں رحمتِ عالم کی ذات بھی
اعلانِ نور بار جو **لا تَقْنَطُوا** ہوا

فَلْيَفْرَحُوْا بھی خوب رفعنا بھی خوب ہے
ذکرِ حبیبِ پاک ہوا، کو بہ کو ہوا

ہر بار اس طرح بھی ہوئی نعتِ مصطفیٰ
جب مدحِ کبریا میں ادا ذکرِ ھو ہوا

چشمِ زمن نے دیکھے ہیں کتنے حسیں مگر
کوئی بھی آپ سا نہ شہا خوب رو ہوا

جب نقشِ نعل دل پہ رکھا یوں لگا مجھے
ہر ایک زخمِ دل مرا یک دم رفو ہوا

اسرٰی کی شب وہ کیسا سماں تھا کسے خبر
یعنی محب حبیب کے جب رو بہ رو ہوا

منظر یہ نعت صدقۂ حسان میں ہوئی
اور صدقۂ بلال سے تو خوش گلو ہوا

حاصلِ کون و مکاں ہے آپ کی نوری گلی
مرکزِ ہر جسم و جاں ہے آپ کا اسمِ جلی

آپ کے شہرِ کرم کا ذکر ہو تو آن میں
حالتِ بیمارِ غم ہو جاتی ہے اچھی بھلی

وہ فلک کے پار بھی چاہے تو پل میں دیکھ لے
جس نے شہرِ ناز کی ہو خاک آنکھوں پر مَلی

چاروں یارانِ رسولِ ہاشمی ممتاز ہیں
حضرتِ فاروق بو بکر و غنی، مولا علی

مرکزِ ایمان ہے وہ خاندانِ پنجتن
پھول ہیں حسنین جس کے سیّدہ جس کی کلی

دافعِ رنج و بلا ہیں، قاسمِ ہر خیر ہیں
ان کے ذکرِ تام سے میری ہر اک مشکل ٹلی

رنگ بکھرے، پھول نکھرے خلد پر آئی بہار
بادِ رحمت جب ترے شہرِ مدینہ سے چلی

حضرتِ حسنین کے صدقے ہے **منظر**، قادری
خاک پائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہر ولی

مطلعِ نور عطا فہم و سخن پر کر دیں
نعت کو اپنی مرے نطق کا محور کر دیں

مزرعِ جاں ہے خزاں دیدہ و بے رنگ مرا
سبز کر دیں اِسے شاداب و تناور کر دیں

روزِ محشر جو مرا نامۂ اعمال کُھلے
تب نعم کہہ کے مرے شہ اسے بہتر کر دیں

آنے والی ہے قضا جانے یہ کب آ جائے
کیا ہی اچھا ہو مدینے میں عطا گھر، کر دیں

ہوں غلام ابنِ غلام آپ کا، بہرِ توثیق
نقشِ نعلین کو دستار پہ جھومر کر دیں

ایک پھیرا ہو کرم کا مرے گھر بھی کوئی دن
میرے آنگن کو مرے شاہ منور کر دیں

میری ان ہجر زدہ سانسوں کو اے ماہِ مبیں
صدقۂ زلفِ معنبر سے معطر کر دیں

وہ سخی اتنے ہیں **منظر** کہ خدا سے کہہ کر
تجھ سے بے حرف کو چاہیں تو سخن ور کر دیں

شاداں ہوں جب سے مجھ کو عطا یہ ہنر ہوا
محور سخن کا مدحتِ خیرُ البشر ہوا

اُس خیر بار عالمِ جملہ کی یاد میں
مقصودِ حرف حرف مدینہ نگر ہوا

پژمردہ زندگی مری اس دن سے جی اُٹھی
جس دن سے حرفِ نعت مرا راہبر ہوا

لب وا ہوئے نہ تھے مرے عرضی کے واسطے
خیر الورٰی کے در سے کرم پیشتر ہوا

آلِ نبی سے ہو گا مودّت کا یہ ثمر
میں بے حساب اہلِ جناں میں اگر ہوا

ہیں مدحِ شاہِ والا کی یہ برکتیں تمام
میرا حوالہ جن کے سبب معتبر ہوا

منظر اس ایک پل میں ہی صدیاں گزر گئیں
جو پل بھی یادِ شہرِ نبی میں بسر ہوا

باب توفیقِ ثنا سے اذن ہو جائے اگر
مدحِ محبوبِ خدا لکھتا رہوں شام و سحر

اقتدائے آیۂ ذِکرک میں جاری ہے سفر
خوب پھلتا پھولتا ہے ان کی مدحت کا شجر

آپ کے آنے کا جب پیغام لایا نامہ بر
رشک گاہِ کل جہاں تب سے ہوا ہے میرا گھر

بے بسی، بے چارگی ہے آج میرے چارہ گر
طائرِ جاں تولتا ہے بہرِ رخصت اپنے پر

روح مشکل میں ہے میری عالمِ سکرات میں
آپ کی آمد سے ہے مربوط قصہ مختصر

کوئی بھی نظارۂ حسنِ زمن بھاتا نہیں
شوق کی منزل مرے جب سے بنا طیبہ نگر

پردۂ قربت میں ربِ دو جہاں سے وصل میں
ربِّ ہب لی اُمتی کی ہی دعا تھی سر بہ سر

''باخدا دیوانہ باش و بامحمد ہوشیار''
الحذر یہ بارگاہِ مصطفٰی ہے الحذر

آپ آئیں تو سکوں پا جائے **منظر** قادری
آپ کے قدموں میں رکھنا چاہتا ہے اپنا سر

مدینہ طیبہ کا حسن، حدِ بیاں سے باہر
ہے رشکِ حسنِ جناں بظاہر جناں سے باہر

میں جسم لے کر گیا تھا بس ایک بار طیبہ
پہ دل وہیں رہ گیا نہ آیا وہاں سے باہر

فقط اُنھی کو شرف ملا ہے وصالِ حق کا
وہی گئے ہیں حدِ مقامِ مکاں سے باہر

سوال کرنے سے قبل بخشش عطا ہوئی ہے
عطائے شہرِ کرم ہے میرے گماں سے باہر

نبی کے منبر سے اُن کے گھر تک ہے باغِ جنت
خدا نے طیبہ میں اُس کو رکھا جناں سے باہر

ہر ایک لمحہ ہے اُن تریسٹھ برس کا صدقہ
کوئی زمانہ نہیں ہے ان کے زماں سے باہر

میں جاں بہ لب ہوں کریم آ کر پڑھائیں کلمہ
کہ روح نکلے سکون سے خاکداں سے باہر

بہ چشمِ نم اپنی نعت لے کر بہت ادب سے
کھڑا ہوں آقا ترے کریم آستاں سے باہر

فقیرِ عشقِ نبی ہوں **منظر** دعا ہے میری
بہ روزِ محشر نہ ہوں نبی کی اماں سے باہر

دل دیارِ عشق کی گلیوں میں کھونا چاہیے
جذبِ ہجرِ مصطفیٰ میں روز رونا چاہیے

دو جہانوں میں خلاصی کے لیے لازم ہے یہ
ذکرِ احمد دم بہ دم ہونٹوں پہ ہونا چاہیے

جو ہے مشتاقِ لقائے رحمتہ اللعالمین
رُخ اسے طیبہ کی جانب کر کے سونا چاہیے

دل بہ ضد ہے اس لیے کہ بعد مرنے کے اسے
قبر میں خاکِ مدینہ کا بچھونا چاہیے

ابتدا و انتہا میں صوت شامل ہو یہی
نعرۂ اسمِ نبی ایسا تو ہونا چاہیے

نعت اُن کی شان کے شایاں نہیں ہوتی مگر
نعت کا ہر شعر اشکوں میں پرونا چاہیے

طالبِ جنت ہے گر تو چل مدینے کو چلیں
کارِ عصیاں نور کی بارش سے دھونا چاہیے

ہیں اگرچہ مہد میں لیکن مجسم نور ہیں
کھیلنے کو کم سے کم نوری کھلونا چاہیے

یا رسولِ کبریا **منظر** کو رہنے کے لیے
شہرِ کیف و عشق میں بس ایک کونا چاہیے

آزردہ و رنجیدہ ہے دلشاد نہیں ہے
جس دل میں بپا محفلِ میلاد نہیں ہے

بس ایک سے دو گز کی زمیں شہرِ کرم میں
جز اِس کے کوئی بھی مری فریاد نہیں ہے

معبود نہیں بندۂ معبود ہیں لیکن
سر کیسے جھکا ان کی طرف یاد نہیں ہے

بس کاسہ بہ کف پیش کرو مدح نبی کی
یہ راہِ سخن عجز سے آزاد نہیں ہے

ہے کارِ عبث زورِ بیاں شعر بیانی
گر طرزِ سخن عشق سے آباد نہیں ہے

سوچا تھا سناؤں گا انہیں ہجر کہانی
اب یاد مجھے اپنی ہی روداد نہیں ہے

ممکن ہی نہیں لفظ کوئی نعتِ نبی کا
جو عشقِ نبی دل میں جہاں داد نہیں ہے

ہر نعت کا معیار ہے اخلاص ہی **منظر**
اشعار و مضامین کی تعداد نہیں ہے

در و دیوار سے محبت ہے
اُن کے دربار سے محبت ہے

جو بھی اُس شہر سے جُڑا ہوا ہو
گل تو گل خار سے محبت ہے

سبز گنبد ہے شوق کا محور
اور مینار سے محبت ہے

مجھ کو سرکار سے محبت تھی
مجھ کو سرکار سے محبت ہے

جس کی تطہیر کا گواہ خدا
آلِ اطہار سے محبت ہے

اپنے دل پر سجائے رکھتا ہوں
عکسِ پیزار سے محبت ہے

مشک وعنبر کو فیض دیتی ہوئی
زلفِ خم دار سے محبت ہے

وہ مدینہ ہے عشق بستی کا
اس کے بازار سے محبت ہے

سارے اصحاب کا غلام ہے وہ
جس کو سرکار سے محبت ہے

میری نسبت ہے قادری، **منظر**
مجھ کو عطار سے محبت ہے

موجزن ہے خوشبوؤں کا اک سمندر واہ واہ
گیسوے آقا ہیں جیسے مشک و عنبر واہ واہ

یہ چمکتے اور دمکتے مہر و ماہِ آسماں
ہیں منور تیری پیزاروں سے جھڑ کر، واہ واہ

چل پڑے سدرہ سے بھی آگے بصد شان و حشم سے
جانبِ قصرِ دنیٰ محبوبِ داور، واہ واہ

درمیاں اصحاب کے والشّمس کی تابانیاں
تارے صدیق و عمر، عثمان و حیدر، واہ واہ

خیبری چادر میں آقا آپ اور مولا علی
جلوہ فرما فاطمہ شبیر و شبر واہ واہ

سنگِ میل و سمت و جادہ کچھ نہیں واضح جہاں
لامکاں کو آپ نے پھر بھی کیا سر، واہ واہ

منزلِ قوسین ہے قربِ خدائے پاک ہے
رب ہب لی امتی اس دم بھی لب پر، واہ واہ

دل رُبا چہرہ حسیں زُلفوں کے ہالے میں گھرا
اور اُوڑھے اس پہ وہ اک نوری چادر واہ واہ

نور ذاتِ کبریا میرے نبی کی ذات میں
ہر طرف چھایا ہوا ہے اُن کا **منظر** واہ واہ

ہر اک ورق پر سجا سجا کر حضورِ اکرم کا نام لکھنا
کہ نعت گویانِ مصطفیٰ کا ہے کام نعتِ مدام لکھنا

اگر جو ترتیب دینا چاہو مراتبِ خلقِ ربِّ عالم
تو سب سے پہلے سبھی سے پہلے مقامِ خیر الانام لکھنا

مدینہ ، طیبہ کے زائرو تم حرم کے صحنِ کرم میں جا کر
نشانِ رحمت حسین گنبد پہ روز لاکھوں سلام لکھنا

کوئی بھی اُسلوب و طرزِ شعر و سخن نہیں ان کی شاں کے شایان
نہیں ہے ممکن کسی زباں میں بھی مدحِ حسنِ تمام لکھنا

نبی سے وہ ہیں نبی ہیں اُن سے یہ خود نبی نے سند اُنھیں دی
تو ہم پہ لازم ہے اُن کا رتبہ امامِ عالی مقام لکھنا

مرا تعارف گدائے اصحاب و پنجتن ہے مجھے ہمیشہ
غلام ابنِ غلام ابنِ غلام ابنِ غلام لکھنا

اے لکھنے والے نصیبِ **منظر** میں روزِ محشر نبی کے صدقے
اُنھی کے دستِ عطا سے میرے لیے بھی کوثر کا جام لکھنا

وہ رسولِ محترم عزت مآب
ہر زمانے کا وہی ہیں انتساب

جگمگاتے ہیں نبی کے نور سے
سب شہاب و ماہتاب و آفتاب

کائناتِ حسن کا صیغہ ہیں آپ
آپ کے دم سے ہے ساری آب و تاب

مصرعِ نعتِ نبی ہے زندگی
ہر دگر صنفِ سخن سے اجتناب

ہیں معطر زلفِ نم کے فیض سے
لالہ و نرگس ، بنفشہ اور گلاب

گنبدِ سر سبز میرے شوق کا
رنگ و بو کے اِس جہاں میں انتخاب

زندگی ہر چار جانب ہے رواں
آپ کے فیضان کا ہے اکتساب

لیں ردائے خیر میں آقا مجھے
کر رہا ہو محتسب جب احتساب

بر وسیلہ آل و اصحابِ نبی
بخش دے **منظر** کو مولا بے حساب

مشتمل قدسیوں پر یہ بارات ہے واہ کیا بات ہے
آج محبوب و رب کی ملاقات ہے واہ کیا بات ہے

رشک آمیز ہے جس کے تلووں کے دھوون سے حسنِ جناں
اُس کی آمد وہاں آج کی رات ہے واہ کیا بات ہے

میم سے دال تک خود بہ خود روز ہی چل رہا ہے قلم
نامِ نامی سے اُن کے شروعات ہے واہ کیا بات ہے

آپ شمس الضحیٰ آپ بد رالدجیٰ آپ کا یہ گدا
ورد کرتا ہمیشہ یہ کلمات ہے واہ کیا بات ہے

میری بے نور آنکھوں کو بہرِ شفا اور بہرِ ضیا
خاکِ طیبہ کی مطلوب سوغات ہے واہ کیا بات ہے

نعت لکھنے کا فیضان ہے سر بہ سر میرے لب پر جو یہ
جاری و ساری حرفِ مناجات ہے واہ کیا بات ہے

اپنے رُخ کو مدینے کی جانب کیے تیرا فرقت زدہ
لکھ رہا اپنی حالت کے حالات ہے واہ کیا بات ہے

بس ارادہ کیا نعت ہونے لگی نور کی جیسے برسات ہونے لگی
کہہ اُٹھے سن کے سب واہ کیا بات ہے واہ کیا بات ہے

ایک کاسہ بہ کف **منظرِ** عجز سر کو جھکائے ہوئے
پا رہا اُن سے بخشش کی خیرات ہے واہ کیا بات ہے

اب آئے مقدر میں مرے ایسی کوئی شام
اور اذنِ حرم لائے کبھی نامہ مرے نام

آواز و نظر دونوں ہی خم رکھنا یہاں پر
از بارگہِ رب ہوئے جاری سبھی احکام

آماجگہِ رنج و مصائب تھا یہ عالم
پھر ایک سحر آئے یہاں دافعِ آلام

میں آلِ محمد کے غلاموں کا گدا ہوں
ہے میرے مقدر میں یہ نسبت بہ صدا کرام

والد نے سکھائے تھے مجھے تحفے درودی
بخشش کو سرِ حشر، مرے آئے بہت کام

ہے نعتِ شہِ دیں مری بخشش کا حوالہ
اب اُن کے ثنا خوانوں میں آتا ہے مرا نام

دیں اذنِ حضوری مجھے اے شاہِ مدینہ
منظر بھی چلے باندھے ہوئے نعت کا احرام

سر تا بہ قدم ہیں نور فقط دیدار کی حرمت کیا کہنے
جب زُلف گھنیری چھاؤں ہے رخسار کی رنگت کیا کہنے

بکتے ہوں جہاں بے دام سبھی سلطان و گدا، سرمستی میں
اس کون و مکاں کے سلطاں کے بازار کی ثروت کیا کہنے

یہ سچ ہے کہ روزے داروں کو اللہ جزا خود ہی دے گا
پر شہرِ نبی میں روزے کے افطار کی لذّت کیا کہنے

جب چاند بھی تھک کر سو جائے اور ہجر بہے اِن آنکھوں سے
اس جذب میں نامِ نامی کی تکرار کی شدت کیا کہنے

سینتیس برس ہونے کو ہیں چشمان ہیں میری دید بہ کف
جس دم وہ کرم فرمائیں گے بیمار کی حالت کیا کہنے

جس جا ہے نظر اس جا ہے قدم، یہ فیض ہے اُن سے نسبت کا
اُن کے برّاق و رف رف کی رفتار کی شدت کیا کہنے

گر بہرِ کرم **منظر** میرے گھر شاہِ مدینہ آ جائیں
کیف و مستی میں گھر کے در و دیوار کی رقت کیا کہنے

کس قدر ہے دلنشیں اور جاں فزا مت پوچھیے
اس دیارِ نور کا گنبد ہرا مت پوچھیے

کیا نظارہ تھا کہ جب اک ہالۂ رحمت میں تھے
سیدہ حسنین اور شیرِ خدا مت پوچھیے

کارِ مدحِ مصطفیٰ سے بات میری بن گئی
دستِ آقا سے مجھے کتنا ملا مت پوچھیے

بھیجیے اپنے کریم آقا پہ روز و شب درود
اور درودِ پاک پڑھنے کی جزا مت پوچھیے

بس ارادہ کیجیے کہ نعت لکھنا ہے مجھے
کس طرح طرزِ سخن ہو گی عطا مت پوچھیے

چند گھڑیاں وہ جو گزریں تھیں حرم کے صحن میں
کس بلندی پر تھا یہ بختِ رسا مت پوچھیے

کس طرح یکبارگی ہو گا ہر اک دل پُر سکوں
حشر میں جب ہوں گے وہ جلوہ نما مت پوچھیے

دیکھ کر ماہِ ربیع النور کا ماہِ حسیں
ہجر کیوں اس دیدۂ نم سے بہا مت پوچھیے

دیکھ کر وہ گنبدِ سر سبز اپنی آنکھ سے
یک بہ یک کیوں دل دھڑکتا رک گیا مت پوچھیے

کوئی حجت مت کریں **منظر** ہے عبدِ مصطفیٰ
کیوں سجا رکھتا ہے سر پر نقشِ پا مت پوچھیے

کس کے آگے کون ہے جلوہ نما مت پوچھیے
وجد میں ہے آج کیوں قصرِ دنا مت پوچھیے

ابنِ شیبہ اور بی بی آمنہ کا لاڈلا
کیسی آن و بان سے دولہا بنا مت پوچھیے

دیکھ کر اک تلوائے نورِ مجسم کی جھلک
کیوں انھیں جبریل نے لب سے چھوا مت پوچھیے

امِ ہانی کے مکاں سے قافلہ اک نور کا
کتنی آب و تاب سے کیسے چلا مت پوچھیے

بعدِ سدرہ لامکاں تک بے رکے چلتے گئے
کیسے حضرت مصطفٰی کس کو پتا مت پوچھیے

دیکھتی تھیں کیوں اُنھیں حورانِ جنت صف بہ صف
اس نمک آگیں صباحت کی ادا مت پوچھیے

اس شرف پر کس قدر نازاں تھا وہ مسرور تھا
عرش تھا جب زیرِ پائے مصطفٰی مت پوچھیے

دو کماں تھا فاصلہ عبد و الہ کے درمیاں
پھر اچانک کم ہوا کتنا ہوا مت پوچھیے

کیا نظارہ ہے حبیب، اللہ کے مہمان ہیں
میزبانی کر رہا ہے خود خدا مت پوچھیے

جب نہ تھے جانِ دو عالم اس زمیں پر جلوہ گر
منظرِ دہرِ رواں کیوں رک گیا مت پوچھیے

اے مکینِ گنبدِ خضرٰی، نبیِ محترم
استعارہ ہیں تمھارے نور کا، لوح و قلم

نعت کی صورت بنے، اب بھیک دیں ادراک کی
اے مسیحائے دلِ آزردگاں کر دیں کرم

آیۂ فَلۡیَفۡرَحُوۡا اور آیۂ ذِکۡرَک تلے
جاری و ساری رہے گا ذکرِ سرور دم بہ دم

خیر زا ہیں خیر خو ہیں مرجعِ ہر خیر ہیں
ان کے در سے پا رہے ہیں فیض عاصی یم بہ یم

مژدہٗ جاؤک دیتا ہے فقیروں کو اماں
حرز گاہِ خیر ہے تیرا درِ والا کرم

اوج پر ہیں صاحبِ کوثر کے در سے بخششیں
وہ ہیں بحرِ عفو و رحمت قاسمِ جملہ نعم

اُن کے مداحوں کا یہ ایمان ہے ایقان ہے
حشر میں بھی سایۂ غفران ہے ان کا علم

حسنِ کل ہیں رحمۃ للعالمیں ہیں نور ہیں
اُن کی تعریف و ثنا میں جو بھی لکھوں وہ ہے کم

دے رہے ہوں گے ہمیں وہ ربِ سَلِم کی دعا
وجد میں گزریں گے پُل سے ہم، نہ ہو گا کوئی غم

قبلِ کارِ نعت تھا اک **منظرِ** گُم گشتہ میں
اب مری پہچان ہے بس مدحتِ شاہِ امم

———

لفظوں کو چُنا اور تری نعت میں ڈھالا
یوں کارِ سخن بنتا گیا میرا حوالہ

ہر شے ہی گُہربار ہے اُس شہرِ ضیا کی
گنبد پہ بنا رہتا ہے اک نور کا ہالہ

اک کوچۂ حیرت ہے ترا شہرِ کرم بار
ہر موڑ ہے پُر نور ہر اک سمت اُجالا

بے حرف و ہنر سے ہوئے تب نعت کے اشعار
اک قطرۂ رحمت جو محمدؐ نے اُچھالا

جو مانگنا ہے مانگ یہ دربارِ نعم ہے
سرکار نے اس در سے کسی کو نہیں ٹالا

واپس جو چلا شہرِ کراچی کو حرم سے
مشکل سے اُمڈتے ہوئے اشکوں کو سنبھالا

ہیں ان کے رخِ نور سے تاباں مہ و انجم
ہے اتنا حسیں جلوۂ حسنِ شہِ والا

وہ رشکِ نظر مکہ، تری جائے ولادت
کھاتا ہے قسم اس کی تبھی ربِّ تعالیٰ

سرکار سرِ حشر جو **منظر** کو بُلائیں
تب زیبِ گلو ہو مرے نعتوں کی یہ مالا

مطلعِ نعتِ نبی میں لکھ رہا ہوں حالِ دل
نطق ہے بے جان میرا لفظ سارے منفعل

اے رسولِ ہاشمی امداد کن امداد کن
نرغۂ اعداء میں ہے تیرا یہ بندہ مستقل

ذکرِ اسمِ پاک سے باقی ہیں آثارِ حیات
ذکرِ اسمِ پاک سے ہر زخم ہوتا مندمل

اپنے دل پر نقشِ نعلینِ کرم رکھتا ہوں میں
لرزشِ تارِ نفس ہوتی ہے جب بھی مضمحل

یہ قلم افراط اور تفریط سے محفوظ رکھ
الحذر ہے راہِ مدحت نطق کو رکھ معتدل

مانگتا ہوں بارگاہِ سیدِ کونین سے
ایک مسکن روضۂ انور سے بالکل متّصل

اُوڑھ لوں گا میں ردائے **لاتخف** محشر کے دن
چارسُو جب چل رہی ہوگی ہوائے جاں گُسِل

منظر انسانیت اک دور سے تھا کرب میں
دور تھا وہ پانچ سو ستّر برس پر مشتمل

کافی ہیں خلاصی کو سرِ حشر یہ نعمات
لکھتا ہوں سرِ نامہ تری نعت تری بات

ہر ایک زمانے میں رہا ذکرِ محمد
ہر مطلعِ مصحف سے نمایاں ہے تری ذات

ترتیل سے کھلتے رہے گلہائے عقیدت
اک جذب میں جب بھی پڑھیں قرآن کی آیات

مازاغ کے سرمے سے مزین ہیں وہ آنکھیں
اور زلفِ منور سے چلی نور کی برسات

خوش بخت ہیں سب راہِ درودی کے مسافر
انساں ہوں کہ جنات و جمادات و نباتات

اک میم ہی لکھا تھا تری مدح میں آقا
یک لخت سجی قوسِ قزح بر سرِ صفحات

اک مژدۂ **جاوِد** سے ڈھارس ہے سرِ حشر
اُنظُر کے وظیفے سے ہیں مملو مرے جذبات

ساقط ہوئی جاتی ہے مرے دل کی یہ دھڑکن
میں پیشِ مواجہ ہوں لیے نعت کی سوغات

حاضر ہے بہ صد شوق تہی دست یہ **منظر**
احرامِ ثنا باندھے ہوئے بر سرِ میقات

جو مانگنا ہے مانگ لے ہر بار ملے گا
لا، کہتے نہیں مالک و مختار ملے گا

گر اذنِ مدینہ کی ہے خواہش تو دعا کر
سچی ہے طلب گر، تو مرے یار ملے گا

ترسیدہ نگاہی مری کب دور کریں گے
کب دیکھنے کو گنبد و مینار ملے گا؟

ہم ہجر کے ماروں کی ہے بس ایک نشانی
دل دیدِ رخِ شہ کا طلب گار ملے گا

اس در پہ کوئی فرق نہیں شاہ و گدا میں
ہر فرد فقیرِ درِ سرکار ملے گا

اب چھوڑ کے سب کارِ دگر طیبہ نگر چل
یہ عشق کا رستہ تجھے ضوبار ملے گا

دیوانہ وہاں بر سرِ میزانِ عمل بھی
کرتا ہوا مدحِ رخِ سرکار ملے گا

ہو گا پُلِ جانکہ پہ جسے اُن کا سہارا
اک پَل میں وہ اِس پار سے اُس پار ملے گا

آنکھوں سے لگائے گا کبھی رکھے گا سر پر
منظر کو اگر نعلِ کرم بار ملے گا

وہ مالکِ ہر دو عالم ہیں، وہ جود و سخا کے ہیں پیکر
دیتے ہیں طلب سے بڑھ کر ہی، لوٹاتے نہیں وہ لا کہہ کر

اوصاف حمیدہ کیا لکھوں پروازِ تخیل کم ہے بہت
یوں نعت کی صورت بن جائے گر مل جائے جبریل کا پر

مجھ عاصی اور بے مایہ کو بھی اذنِ حضوری بخشا ہے
اس طرزِ عنایت پر آقا میں صحنِ حرم میں ہوں ششدر

یہ فیض ہے ان سے نسبت کا، قربت کا اور عقیدت کا
ہیں راہِ ہدایت کے تارے بو بکر و عمر عثماں حیدر

حسنین و علی کے صدقے میں، بیٹے ہوں میرے نیک شہا
اور بی بی زینب کے صدقے بیٹی کو حیا کی دیں چادر

محشر ہے بپا جسم و جاں میں، بے جان کھڑا ہوں میں یعنی
کیا پیش کروں اے جانِ کرم، ہے گنبدِ خضرٰی پیشِ نظر

ہر سمت کرم کی بارش ہے ہر اور عطا کا ڈیرا ہے
کیا اوجِ عنایت ہے تیرے دربار پہ اے میرے سرور

یہ عطر ہوائے طیبہ میں شامل ہے پسینے سے تیرے
اس عطر کے آگے دست بہ کف خوشبوے خُتن، مشک و عنبر

ہر دشمن آپ کا ابتر ہے، اور ذکر **رفعنا** سے جاری
ہے قادرِ مطلق کا فرماں، **انا اعطینٰک الکوثر**

اے **منظر** اُن کی نظروں کا فیضانِ اتم تو دیکھ ذرا
گر کفر کے نرغے میں بھی ہوں کلمہ پڑھ لیتے ہیں کنکر

رہتی ہیں سدا اس پہ کرم بار گھٹائیں
اس واسطے مہکی ہیں مدینے کی ہوائیں

ہم پیشِ مدینہ ہیں لیے ایک تمنا
سرکار سے گر اذن ملے نعت سنائیں

ہے جن کا عقیدہ **ورفعنا لک ذکرک**
ہر روز وہ مدحت کے نئے پھول کھلائیں

میں بھیجتا رہتا ہوں درود اُن پہ شب و روز
آتی ہی نہیں پاس مرے یوں بھی بلائیں

کرتا ہے عطا پاک خدا آپ ہیں قاسم
پھر چھوڑ کے ہم آپ کا در کیوں کہیں جائیں

ہر سال گزر جاتا ہے ذی الحج کا مہینہ
سرکار بس اس بار مجھے در پہ بلائیں

ہم بعد ازاں حج کے بھی رہ جائیں وہیں پر
اور جشنِ ولادت بھی مدینے میں منائیں

ویزے کی یہ مدت ہے سبب ورنہ کبھی بھی
ہم اپنے وطن شہرِ مدینہ سے نہ آئیں

اس در پہ کبھی عرض کی حاجت نہیں ہوتی
اس طرز سے جاری ہیں یہاں روز عطائیں

رسوائی جو دنیا میں بھی ہونے نہیں دیتے
وہ میری چھپا لیں گے سرِ حشر خطائیں

ہیں فرشِ صفہ، خاکِ حرم، زم زمِ طیبہ
بیمارِ غمِ ہجرِ مدینہ کی دوائیں

جو مانگنا ہے مانگو یہ دربارِ نعم ہے
رد ہوتی نہیں اس درِ اقدس پہ دعائیں

ہو تشنہ لبی دور مری، والیِ کوثر
دو گھونٹ مجھے جامِ مطہر کے پلائیں

یہ دید بہ کف حسرتِ دیدار لیے ہے
بردے کو بھی اے نورِ خدا جلوہ دکھائیں

جب آئیں گی محشر میں شہِ دیں کی دلاری
تب حکم ملے گا کہ سبھی سر کو جھکائیں

آؤ چلیں **منظر** وہ درِ خیر و کرم ہے
کب تک یوں زمانے سے بھلا جھڑکیاں کھائیں

اک الوہی کیف چھاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر
ہر نظارہ جھلملاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

کوئی جتنا بھی ہو آزردہ اُسے طیبہ دکھائیں
قلبِ مضطر چین پاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

مرجعِ ہر رنگ و نکہت کیا ہے اور وہ ہے کہاں
دیکھنے والا بتاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

روح رہ جاتی ہے زائر کی انھیں اطراف میں
واپسی بس جسم آتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

سبز جالی ، پھر سنہری جالیاں اور اُس کے بعد
نور دل میں جگمگاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

چشمِ تشنہ سیر ہوتی ہے وہاں شام و سحر
کون پھر نظریں ہٹاتا ہے وہ گنبد دیکھ

نعت روز افزوں اگر کہنا ہو تو شاعر ترا
شوق کی آتش بڑھاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

خاک روبِ شوق ہی صد شوق سے خاکِ حرم
اپنی پلکوں سے اُٹھاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

کوئی بھی نظّارۂ حسنِ دگر جیسا بھی ہو
کس کی آنکھوں کو لبھاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

دیکھنے والا بتائے کیا وہ کیسا نور ہے
جو درونِ دل سماتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

قاطعِ ہر یاس اور پژمردگی ہے نور ہے
غنچۂ دل کھل سا جاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

زائرِ طیبہ جونہی پہنچے حرم کے صحن میں
جذب میں آنسو بہاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

طالبِ بخشش پھر اپنے نامۂ اعمال میں
مژدۂ بخشش سجاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

زیرِ سایہ گنبدِ سرسبز کے بندہ ترا
بختِ خوابیدہ جگاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

وقتِ رخصت پوچھیے مت بارِ جاں اس شہر سے
کون کس دل سے اُٹھاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

آنکھ اُس سرسبز **منظر** سے نکلتی ہی نہیں
دل دھڑکنا بھول جاتا ہے وہ گنبد دیکھ کر

نعت کے ذیل میں جب بھی نئے اشعار ہوئے
نور کی لَو سے سبھی لفظ گہُر بار ہوئے

دم نکلنے کو ہے اِس تشنہ نگاہی کے سبب
ایک مدت ہوئی دیدارِ رخِ یار ہوئے

ان کو تملیک کیا ربِّ دو عالم نے سو وہ
شاہِ کونین ہوئے مالک و مختار ہوئے

ربِّ عالم نے دیا خُلقِ معظم اُن کو
اور اِس طور سے وہ حسن کا معیار ہوئے

حکمِ **لا تَرْفَعُوا اَصْوَات** پڑھا ہے جب سے
آنسوؤں سے ہی بیاں ہجر کے آثار ہوئے

ہاتھ میں لے کے **رَفَعْنا لک ذکرک** کا چراغ
ہم پلِ حزن پہ اِس پار سے اُس پار ہوئے

جب نکیرین نے **مَاکُنْتَ تَقُوْلُ** پوچھا
دفعتاً مجھ پہ عیاں حسن کے اسرار ہوئے

صدقۂ آلِ عبا ہے کہ مجھ ایسے **منظر**
سب گنہ گار بھی جنت کے سزاوار ہوئے

عقیدتوں کا ہماری محور حضور کا نقشِ پا ہوا ہے
تبھی تو عکسِ حسین اس کا ہمارے سر پر سجا ہوا ہے

ہر اک نظر کو لبھا رہا ہے سبھی زمانے فدا ہیں اُس پر
کچھ ایسی جدت سے اور ندرت سے سبز گنبد بنا ہوا ہے

درود پڑھتا ہوں روز وشب میں سخن کو اِس سے رسد ہے جاری
بس اِس وظیفے کی برکتوں سے ہی اذنِ مدحت عطا ہوا ہے

تمھارے منگتے تمھاری جانب تمھی سے لینے چلے ہمیشہ
کہ بابِ رحمت ہر اک گدا کے لیے ہمیشہ کُھلا ہوا ہے

نظر یہ آتا ہے دیکھنے میں کہ ہاتھ دونوں ہیں اُن کے خالی
مگر یہ پوچھیں ابو ہریرہ سے اُن کا دامن بھرا ہوا ہے

جو چار سو لہلہا رہا ہے مرے وطن کا یہ سبز پرچم
مجھے یقیں ہے یہ سبز گنبد کی اقتدا میں ہرا ہوا ہے

دگر نظارے کی سمت بھٹکی ،نہ وقتِ دیدارِ حق سے بہکی
وہ چشمِ مازاغ ہے خدا کی سند سے سُرمہ لگا ہوا ہے

کریم ایسے ہیں پھیرتے ہیں وہ جان ہو یا نماز کوئی
درِ رسالت پہ فرض کوئی کبھی کسی کا قضا ہوا ہے؟

بس اک کماں کا یا اس سے بھی کم کا فاصلہ تھا حبیب و رب میں
تبھی تو رشکِ نگاہِ عالم وہ جاے قصرِ دنٰی ہوا ہے

سجی ہے دستارِ مدحِ آقا ہمارے سر ہم دمک رہے ہیں
فقط یہ نعتِ نبی کا ہے نور جس سے **منظر** سجا ہوا ہے

ملتجی ہیں تیرے در کے ، سب فصیحانِ زمن
اے لبِ یوحٰی کے مالک اے شہِ نوری دہن

آپ ہی کے واسطے حرف و بیانِ شوق ہے
آپ ہی کے واسطے ہر نطق ہے شیریں سخن

آپ ہی کی ذات کے صدقے ہیں سب کرّ و بیاں
آپ ہی کے نورِ کامل سے بنے کوہ و دمن

جب سے لوٹا ہوں مدینے سے یہ لگتا ہے مجھے
یہ دیارِ غیر ہے ، طیبہ ہی تھا اپنا وطن

آیۂ تطہیر کی تفسیر ہیں کُل اُمّہات
سیدہ، شیرِ خدا ، شبیر اور مولا حسن

جھولیاں بھر بھر کے اُٹھتے ہیں گدا دربار سے
قاسمِ نعمات کا بحرِ عطا ہے موجزن

آپ کے پُر نُور عارِض ان پہ قطرے نور کے
صدقے ہر اک عطر سب لالہ سیوتی اور سُمن

دیکھنے دو اے نکیرو آج جی بھر کر اُنھیں
یہ کہوں گا جلوہ فرما ہوں گے جب شاہِ زمن

منظر عاصی کو دے اپنے گدائی کا شرف
اے حبیبِ کبریا اے مالکِ ہر فکر و فن

میم سے آتا ہے نامِ محبوبِ احد
میم درونِ اسمِ محمد اور احمد

انگوٹھوں کو پہلے میم پہ چومتا ہوں
جھومتا ہوں جب آتا ہے پھر میم پہ شد

میم کی قسمت تو دیکھو کیا خوب ہوئی
میم سے ان کا نام ہے جو ہیں نورِ احد

سب حرفوں ،لفظوں کا مرکز میم ہے بس
میم میں ہی پنہاں ہے کُل علم الابجد

میم ہی مرکز ہے کارِ مدحت کا اور
نطق کو نورِ میم سے ہی جاری ہے رسد

مجھ کو سکھایا بچپن سے ماں باپ نے میم
قبر میں بھی وہ میم کرے گا میری مدد

دونوں عالم میم کے دریوزہ گر ہیں
میم کے بحرِ فیض سے ملتا ہے بے حد

میم ہی وجہِ تخلیقِ دو عالم ہے
رب نے خود ہی میم کو ٹھہرایا مفرد

میم کے فیضِ نور سے **منظر** روشن ہے
شعر و سخن میں میم کو رکھتا ہے سرحد

سخن کا، نطق و بیان کا مدعا ہوا ہے مقالِ طیبہ
ہر ایک عرضی کا اپنی محور کیا ہوا ہے وصالِ طیبہ

کسی پرائے کو اپنے حالات کیوں بتاؤں گدا ہوں اُن کا
کہ مجھ کو ہر بار اُن کے در سے عطا ہوا ہے نوالِ طیبہ

فقیر کاسہ بہ کف ہے آقا صدا لگاتا ہے قریہ قریہ
لبوں پہ اپنے مدام اُس نے رکھا ہوا ہے سوالِ طیبہ

مدینہ طیبہ ہی تا قیامت قیام گاہِ حسین تر ہے
تبھی تو رشکِ جناں و ام القریٰ ہوا ہے جمالِ طیبہ

مرے وطن کے حسین پرچم کا وہ ستارہ ہے پنجتن سے
اور اس کے سبزے پہ لہلہاتا جڑا ہوا ہے ہلالِ طیبہ

خدائے قادر کے ایک کُن سے فدائیانِ نبی کی دھن سے
وطن یہ آلِ نبی کے صدقے عطا ہوا ہے مثالِ طیبہ

کرم کی نوری زمیں کے ہر اک کنویں کا پانی ہے اتنا میٹھا
یقیں ہے جنت کے پانیوں میں ملا ہوا ہے زُلالِ طیبہ

یقین ہے وہ ہی چارہ گر ہیں وہی مدینے کا اذن دیں گے
مرے تصور میں پے بہ پے بس سجا ہوا ہے خیالِ طیبہ

اس ایک گنبد کو دیکھنے سے ہی کِھل سا اُٹھتا ہے سارا منظر
مریضِ ہجرِ نبی کی خاطر دوا ہوا ہے وصالِ طیبہ

درونِ خانہ فلک سے تارے اُتر کے آئے مبارکیں دیں
مکانِ **منظر** میں آج جلوہ نما ہوا ہے ہلالِ طیبہ

مطلعِ نعت ہے ورائے گماں
نطق مفلوج سر جھکائے زباں

جانے کس دم ، کرم وہ فرما دیں
روز اُمید پر سجائے مکاں

مرکزِ شوق ہے وہ گنبدِ سبز
عاصیوں کے لیے ہے جائے اماں

بعدِ سدرہ سفر کدھر تھا، کوئی
گر بتائے تو کیا بتائے کہاں

جاے وصلِ حبیب و رب تھی عجب
تھا سبھی کچھ وہاں سوائے مکاں

نعتِ آقا کی برکتیں ہیں فقط
میرے نامے کے جو گھٹائے زیاں

سر اُٹھاؤں جو سنگِ در سے ترے
شوق بارِ دگر گرائے وہاں

پیش کرتا ہوں رو بہ روے حرم
دل کی دف پر ہی نغمہ ہائے فغاں

آج **منظر** پناہ لے اُن کی
ہو نہ جائے کہیں فنائے زماں

سرنگوں جس سرزمیں پر سب کے سب افلاک ہیں
جلوہ فرما اس مدینے میں شہِ لولاک ہیں

شہرِ آقا کے گل و گلزار کا مت پوچھیے
سب حوالے عطر و نکہت کے خس و خاشاک ہیں

ماورائے ہر سما وہ دیکھتے ہیں لوح تک
جو بھی ان آنکھوں پہ مَلتے اس گلی کی خاک ہیں

ہر خطا سے وہ بہ اذن اللہ ہیں محفوظ جو
آپ کے اصحاب ہیں اور اہلِ بیتِ پاک ہیں

آج ہے معراج کی شب آج وہ دولہا بنے
آج وہ پہنے ہوئے اک نور کی پوشاک ہیں

لائقِ صد فخر یہ پہچان اپنی ہے کہ ہم
خاکِ نعلینِ کرم کی خاک کی بھی خاک ہیں

قاسمِ نعمات اب اذنِ مدینہ دیجیے
ہجر میں گزریں ہیں لمحے، اس لیے نمناک ہیں

گرتے پڑتے آپ کے دربار تک پہنچے ہیں ہم
حالتیں ہیں غیر اور دامن ہمارے چاک ہیں

دیکھنے اک دل ربا چہرہ چلیں گے شوق سے
ورنہ سارے **منظرِ** محشر بڑے غمناک ہیں

ہے رشکِ ہر اک مقال طرز مقال اُن کا
جدھر اُٹھاؤں نظر اُدھر ہے جمال اُن کا

شجر، حجر، بحر و بر سبھی ہیں اُنھی کے تابع
کمالِ اوجِ کمال پر ہے کمال اُن کا

بہ اذنِ بارِ الٰہ مالک ہیں ہر جہت کے
جنوب و مشرق اُنھی کا ، مغرب ، شمال اُن کا

مساء و صبح اُن کے در پہ آئیں گدا ہزاروں
بلا تعطل رواں دواں ہے نوال اُن کا

میں اُن نکیرو کو پھر سناؤں گا نعت اُن کی
دکھا کے چہرہ کریں گے جب وہ ، سوال اُن کا

ہر اک ورق پر کھلیں گے مدحت کے پھول پیہم
سخن کا عنواں اگر ہو حسن و جمال اُن کا

وہ ربِ سلم پڑھیں گے بندوں کو دیں گے ڈھارس
پُلِ حزیں پر نہ ہو گا بندہ نڈھال اُن کا

اُس ایک شب سب نظامِ عالم رُکے ہوئے تھے
خدائے ربِ علٰی سے تھا جب وصال اُن کا

لوائے نعتِ محمدی پر ہے درج ذکرک
بلند ہوتا ہے ذکر ہر ماہ و سال اُن کا

اُنھی کے دم سے تمام **منظر** ہوئے ہیں روشن
ہے مہر و ماہ و نجومِ کُل میں اُجال اُن کا

خیر خو ہے امن زا ہے در ترا جانِ زمن
ہے مدینہ نازشِ اختر ترا جانِ زمن

بھیجتا ہے رب ہی تیری شان کے شایاں درود
ذکر ہے یوں عرش کے اُوپر ترا جانِ زمن

زندگی میں زندگی کے رنگ بھی شام و سحر
بھر رہا ہے گنبدِ اخضر ترا جانِ زمن

روزِ محشر ہم کہاں جاتے کہاں چھپتے بھلا
ملجٰی و ماوٰی نہ پاتے گر ترا جانِ زمن

خاندانِ نور میں شامل ہیں جملہ اُمّہات
سیّدہ، حسنین اور حیدر ترا جانِ زمن

چاند جس کے سامنے ہے ماند ایسی روشنی
دے رہا ہے چہرۂ انور ترا جانِ زمن

دیکھ لیں گر اک نظر تو قبضۂ کافر میں بھی
ذکر کرتا ہے ہر اک کنکر ترا جانِ زمن

قاسمِ نعمات ہے تو قاسمِ کثرت توئی
ذکر ہے بر سورۂ کوثر ترا جانِ زمن

گونجتی ہے جسم و جاں میں بس صدا لبیک کی
جسم کیا ہے جان کیا ہے سر، ترا جانِ زمن

جاں گُسِل لمحات ہیں زیرِ لواء تھوڑی جگہ
مانگتا ہے حشر میں **منظر** ترا جانِ زمن

جب مدینے قافلہ کوئی بھی جاتا دیکھیے
لازمی ہے چشمِ نم میں جھلملاتا دیکھیے

کس طرح آتی ہے جنت کی بہاروں پر بہار
وجہِ حسن دو جہاں کو مسکراتا دیکھیے

یہ دلیلِ جشنِ میلاد النبی ہے، چار سو
قدسیانِ عرش کو پرچم لگاتا دیکھیے

جاننا گر چاہتے ہیں اختیارِ مصطفیٰ
اُمتی کو پُل پہ گرنے سے بچاتا دیکھیے

شانِ محبوبِ خدا ہے خوب، نَو، نَو مرتبہ
رویتِ دیدارِ حق کو آتا جاتا دیکھیے

مرجعِ ہر خیر ہے طیبہ کی یہ سیدھی سڑک
ہر گدا کو اُس گلی میں فیض پاتا دیکھیے

اُن کی خدمت پر کیا ہے رب نے مامور اس لیے
حضرتِ جبریل کو جھولا جھلاتا دیکھیے

حکم ہے **لاترفعوا اصواتکم**، تعمیل میں
بندۂ عشقِ نبی کو سر جھکاتا دیکھیے

آل و اصحابِ نبی پر بھیجیے ہر دم درود
منظرِ تاریک کو پھر جگمگاتا دیکھیے

حدیث

حدیثِ من زار قبری سن کر
یہ قلبِ عاصی میں فکر جاگی
کہ شہرِ لطف وعطا میں جا کر
ادا کروں اک نماز میں بھی
مگر وہ بارِ گناہ ہے کہ
میں کھینچتا ہوں وجود اپنا
گھسٹ گھسٹ کر میں چل رہا ہوں
ہر ایک زائر
میانِ رستہ ہی چھوڑ جاتا ہے مجھ کو آقا
کریم میرے، یہ تیرا بندہ
ترے کرم اور تیری رحمت
کے آسرے پر
برائے دیدارِ شہرِ طیبہ
برائے بخشش نکل پڑا ہے

کرم کی اپنے پھوار کر دے
وطن سے طیبہ کے فاصلے کو
تو ایک پَل میں شمار کر دے
اُتار لوں میں بھی اپنے دل میں
وہ عکسِ گنبد، سنہری جالی
فقیرِ ہجر و فراق ہوں میں
میں خالی دامن یوں بھر لوں اپنا
پھر ایک سجدہ طمانیت میں
ادا کروں جب بہ سوئے کعبہ
اس ایک سجدے میں جاں بہ لب ہو
تڑپ رہا ہوں کہ ایسا کب ہو
دعا ہے بعدِ وصال میرے
برائے مدفن
وہیں کہیں پر
مجھے بھی دو گز
ہبا کریں تو امان پاؤں
کرم کی نوری زمیں جہاں پر
نہیں پہنچتے خزاں کے پاؤں
یہ خواب لایا ہوں در پہ بن کر
حدیثِ من زارِ قبری سن کر

تحیر

رگِ جاں میں
تحیر سا اُتر آیا اُس اک پل میں
کہ جب یکلخت میرے دل پر اُن کا نقشِ پا اُبھرا
تحیر میں تھا
ششدر، لرزہ براندام تھا اُس پَل
کہ یہ قلبِ سیہ میرا، اور اس پر نعلِ پاک اُن کا؟
یہ دل تھا مخمصے میں تب
یہ دھڑکے یا کہ رک جائے
پھر اک آواز نے کانوں میں جیسے رس کوئی گھولا
حضورِ رحمتہ للعالمین بس یہ وظیفہ پڑھ

’’تنم فرسودہ جاں پارہ زہجراں، یارسول اللہ‘‘
مرے چاروں طرف جیسے کوئی قوسِ قزح اتری
طلسمی کیفیت میں
میں پکارا یارسول اللہ
اغثنی یارسول اللہ، اغثنی یارسول اللہ
صدائے عجز میں اک کیف تھا
اک چاشنی سی تھی
وہی بادِ صبا
بالکل وہی بادِ صبا گزری
مرے چہرے کو چھوتی
جو کرم کے شہر میں، صحنِ حرم میں لہلہاتی ہے
مشامِ جانِ بردہ کو معطر کرتی جاتی ہے
سرِ دیوار آویزاں اس آبِ نعلِ آقا پر
میں بس اک ٹکٹکی باندھے
کبھی جو سوچتا ہوں وصل کے پرکیف لمحوں کو
تحیر سا اُترتا ہے
رگِ جاں میں اس اک پل میں

آمدِ مصطفیٰ

تارِ شب سے زماں کو خلاصی ملی
اور بہاروں پہ پھر سے بہار آ گئی
جوق در جوق قدسی
سرِ فرش تب
سبز پرچم اُٹھائے اُترنے لگے
ڈالی ڈالی پہ غنچے مہکنے لگے
اور فرشِ جہاں
یوں لگا

جیسے خوشبو سے بھر سا گیا
اور بہاروں پہ پھر سے بہار آ گئی
اُن کے قدموں کا دھوون تھا حسنِ جناں
نظمِ عالم ہوا
اُن کے دم سے رواں
سر بہ خم چاند تھا
اُن کی دہلیز پر
ماہتاب و ستارے نگوں سار تھے
حسنِ کل کی جھلک کے طلبگار تھے
حسن کے عطر کے
سب حوالے رسولِ خدا کے حضور
جذب و مستی میں خوشیوں سے سرشار تھے
رنگ کی نور کی ایک برسات تھی
جس سے بصرٰی کی بستی بھی روشن ہوئی
لگ رہا تھا یوں جیسے کہ بادِ صبا
کہہ رہی ہو گلابوں کے کانوں میں کچھ
دشتِ بطحا میں عبدالمطلب کے گھر
آمنہ، ابنِ شیبہ کے نورِ نظر
نور والے محمد کی آمد ہوئی

نور ہی نور تھا

چار سو نور تھا

تا بہ حدِّ نگہ

نور ہی نور تھا

ضبطِ تحریر سے ہے وہ منظر ورا

کس قدر تھا حسیں

چہرۂ والضحیٰ

آخری وقت

آخری وقت تھا
رات خاموش تھی
میری آہ وفغاں سنتے سنتے یہ شب
تھک گئی اور تھک ہار کر سو گئی
ایک میں
جیسے تصویرِ سوز والم
باعثِ ہجر بیٹھا لیے چشمِ نم
اپنے دل پر رکھے عکسِ نعلِ کرم
مضطرب قلب کو چین دیتا رہا
پھر کہیں دور سے
ایک آواز نے

اک نئی تازگی اک نئی روشنی
ڈال دی یک بیک جسمِ بے جان میں
وہ مؤذن کی آواز تھی اور وہ
دے رہا تھا گواہی ترے نور کی
نام بارِ دگر جب محمد سنا
بے کلی چھٹ گئی قلبِ رنجور کی
یوں لگا جیسے کوئی مرے ساتھ ہے
روح پرور تھا احساس اس ساتھ کا
خوشبوئیں، روشنی میرے چاروں طرف
یوں لگا جیسے تجسیم ہونے لگیں
ڈوبتا چاند بھی رک گیا اس گھڑی
ٹمٹماہٹ ستاروں کی رک سی گئی
دل کے یثرب میں جیسے بہار آ گئی
دھڑکنیں جیسے تھیں تال دف کی کوئی
اس کی لے پر زباں سے یہ جاری ہوا
یاشفیع الورٰی سلامٌ علیک
خاتم الانبیاء سلامٌ علیک